انسانیات

رام چندر پرشاد

اِنسانیات

رام چندر پرشاد
لکچرار سماجیات چادرگھاٹ کالج

سنٹرل پبلیشرز عابد روڈ حیدرآباد دکن

قیمت .... ۱عا سکہ ہند

دارالطباعت شنکر باغ




MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 011980
★ MAILSI ★

اپنے شفیق و محترم استاد

جناب مولوی خواجہ محمد احمد صاحب

نائب ناظم آثار قدیمہ کے نام

— ایک پنجابی لوک گیت سے :-

"عقل کہتی ہے 'میں سب سے بڑی ہوں۔ میں کچہری میں بحث کرتی ہوں'، خوبصورتی کہتی ہے 'میں تجھ سے بڑی ہوں۔ دنیا میری غلام ہے'، دولت کہتی ہے 'میں تجھ سے بھی بڑی ہوں۔ میں کسی سے ڈرتی نہیں'۔ موت کہتی ہے 'تم تینوں جھوٹ بولتی ہو۔ میں جو چاہوں وہی کردوں'"

("میں ہوں خانہ بدوش" —— دیوندر ستیارتھی)

فہرست

باب	مضمون	صفحہ
	تمہید	۹
باب ۱	انسانیات کیا ہے۔	۱۱
باب ۲	تاریخ سے پہلے کے انسان	۲۴
باب ۳	قبل تاریخی تمدن۔	۳۵
باب ۴	انسانی نسلیں	۴۹
باب ۵	انسانی تہذیب کی معاشی بنیادیں۔	۶۲
باب ۶	سماجی تنظیم	۷۹
باب ۷	خام تمدنی مذہب	۱۰۲
باب ۸	خام تمدنی آرٹ	۱۲۱
باب ۹	زبان اور تحریر	۱۳۰
باب ۱۰	قبائلی نظم ونسق میں انسانیات کا حصہ	۱۳۶
	ببلیوگرافی	۱۵۵
	انگریزی اُردو مرادفے۔	۱۵۹

پبلشرز نوٹ

رام چندر پرشاد صاحب ایم۔ اے جامعہ عثمانیہ کے ان نامور سپوتوں میں سے ایک ہیں۔ جن میں درس و تدریس اور علمی تحقیقات کا جذبہ زمانہ طالب علمی ہی سے اجاگر رہا ہے۔ آپ تقریباً سات سال سے سماجیات کی تعلیم دے رہے ہیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے اردو زبان میں انسانیات پر یہ پہلی کتاب ہے۔ طلباء ہی نہیں بلکہ عوام بھی اس سے بہت کچھ استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس میں معلومات بھی ہیں اور زبان کی چاشنی بھی۔ سنجیدہ مضامین کو ایسے دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو اس میں ناول کا مزا آئے اور جب وہ کتاب ختم کر چکے تو اسے ایسا محسوس ہو کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے زمانہ قدیم کے وحشی و نیم وحشی لوگوں کے حالات دیکھے ہیں۔

تمہید

اردو زبان میں سماجی انسانیات پر ایک کتاب کی تالیف کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی اس لئے مختلف کتابوں سے ضروری مواد جمع کر کے میں نے کوشش کی ہے کہ اس مقصد کو کماحقہ پورا کیا جائے۔ اردو اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ انگریزی اصطلاحیں بھی میں نے استعمال کئے ہیں اور جہاں تک ان کا تعلق ہے میں نے زیادہ تر اپنے محترم استاد ڈاکٹر جعفر حسن صاحب کی بنائی ہوئی اصطلاحات اور اپنی معلومات کی حد تک موزوں سادہ ہندی اصطلاح اور الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کتاب کی تالیف کے وقت اس منشاء کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب ہندوستانی جامعات کے طالب علموں کے کام آسکے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہوا میں نے ہندوستان کے قبیلوں کی مثالیں دی ہیں۔

میری اس پہلی کوشش کا اعتبار کرتے ہوئے اور چھپائی کے نقطہ نظر سے ممکن ہے بہت سی خامیاں اس کتاب میں رہ گئی ہوں یقین کہ پڑھنے والے انہیں نظر انداز فرمائینگے۔

میں ان تمام لیکھکوں اور پبلشروں کا ممنون ہوں جن کی کتب سے میں نے مختلف مواد حاصل کیا ہے۔ میں اپنے ساتھی جناب محمود حسین صاحب کا بہت شکرگزار ہوں جنھوں نے اپنے قیمتی صلاح و مشوروں سے مجھے مستفید فرمایا و نیز اپنے بھائی رائے دھرمیندر پرشاد صاحب کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے مسودے لکھے اور پروف کی اصلاح میں مدد دی۔ ناشکرگزاری ہوگی اگر میں اپنے ساتھی جناب محمد مصلح الدین صاحب صدیقی اور شری رام راؤ جی مالک سنٹرل پبلشر کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی مسلسل توجہ دہانی اور کوششوں سے یہ کتاب بہت کم وقت میں شائع ہو سکی۔

رام چندر پرشاد

چادرگھاٹ کالج
حیدرآباد
۹ نومبر ۱۹۵۳ء

پہلا باب (۱)

انسانیات کیا ہے؟

(What is Anthropology)

انسانیات کی تعریف

Anthropology یعنی انسانیات دو یونانی لفظوں کی ترتیب سے بنا ہے۔ Anthropos بمعنی انسان (man) اور (Logy) بمعنی علم (science) یعنی "The science of Man" یا "انسان کا علم" جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس علم میں انسان کی پیدائش، اس کی قدامت، اس کی معاشی جدوجہد، اس کے کارنامے اور اس کی سب ہی دلچسپیاں شامل ہیں جو اس نے ابتداء سے لیکر آج تک انجام دیں۔ ابتدائی زمانہ میں انسان کیونکر زندگی بسر کرتا تھا اور کس

قسم کی معاشی جد و جہد میں مبتلا تھا، وہ کو لینے ملیشوں میں مصروف تھا، اس کی سماجی و تمدنی تنظیم کی کیا شکل تھی، اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تاریخ سے پہلے (Prehistoric age) کے زمانہ کا کوئی لکھا ہوا نہ ہمیں نہیں ملتا کیونکہ بالکل ابتدائی زمانہ کا انسان لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا، ممکن ہے کچھ اشارے اور خاص خاص قسم کی آوازیں دوسروں کو اپنا مطلب سمجھانے میں اس کی رہبری کرتی ہوں۔ بہرحال جس طرح بعد کے زمانہ میں انسانی تاریخ لکھی ہوئی حالت میں ملتی ہے، اس زمانہ میں ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی اسی وجہ سے تاریخ سے پہلے کے زمانہ کے انسانی تمدن کے بارے میں ہم صرف دو طرح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ Archaeology قبل تاریخ یا prehistory یا آثاریات کے علم سے مدد حاصل کریں اور اس زمانہ کے انسانی ہاتھوں سے بنائی ہوئی مختلف چیزوں جیسے ہتھیار، برتن وغیرہ کو دیکھ کر تمدن کو پہچانیں یا ایک اور صورت بھی ممکن ہے، دنیا میں بہت سے ایسے معاشرے ابھی بستے ہیں، جن کا تمدن اسی طرح کچا، ادھ پکا یا خام قسم کا ہے جیسا کہ شاید بالکل ابتدائی زمانہ کے انسانوں کا ہوگا۔ ان کی سماجی اور معاشی زندگی کو دیکھ کر ہم یہ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ ترقی یافتہ تمدنوں سے لاکھوں سال پیچھے ابھی تک یہ تمدن کی ابتدائی منزلوں پر زندگی گذار رہے ہیں۔ اسی لئے انسانیات میں ایسی

جاتیوں کی تحقیق کی جاتی ہے جن کا تمدن خام قسم کا ہے یا جو آج بھی آدم سکال یا ابتدائی زمانہ کے انسانوں کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ انسانیات کو "آدی باسیوں کا علم"، "آدم جاتیوں کا علم" یا "علم الاقوام" کا نام دیتے ہیں۔ مگر موجودہ زمانہ میں اس کے دائرہ میں صرف خام تمدنی انسانوں کی تحقیق ہی شامل نہیں بلکہ ترقی یافتہ، غیر ترقی یافتہ، مہذب، نیم مہذب، اور تاریخ، سب ہی قسم کی جاتیوں، نسلوں، فرقوں، ذیلی فرقوں، قبیلوں اور تمدنوں کی تحقیق بھی داخل ہے۔

طبعی انسانیات اور سماجی انسانیات

سہولت کی خاطر انسانیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم طبعی انسانیات physical Anthropology ہے جس میں انسانی ڈھانچوں اور کھوپڑیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ انسان کے جسمانی ارتقا، جسمانی ساخت، جسمانی تبدیلیوں اور جسمانی خصوصیتوں سے بحث کی جاتی ہے یا دوسرے لفظوں میں انسان کا بحیثیت ایک حیوان کے، دوسرے حیوانوں سے کیا تعلق ہے، اس کی جسمانی ساخت اور جسمانی تبدیلیاں، مختلف تمدنی نمونے اور ماحول و آب و ہوا کے مطابق ان میں تبدیلیاں یہ سب مسئلے طبعی انسانیات میں زیر بحث آتے ہیں۔ اس علم میں Biology حیاتیات، Anatomy بدنیات، Bacteriology جرا

جراثیمیات، Geography ارضیات Geology،
جغرافیہ، Archaeology نباتیات اور Botany
آثاریات جیسے علوم سے بڑی مدد لیجاتی ہے۔
اس کی دوسری قسم Social Anthropology
سماجی انسانیات ہے۔ سماجی انسانیات میں خام تمدنی انسان کے
سماجی ارتقاء سماجی ساخت اور سماجی تبدیلیوں و خصوصیتوں
سے بحث کی جاتی ہے۔ انسان بحیثیت ایک سماجی حیوان کے
کیا حیثیت رکھتا ہے، انسان کے باہمی تعلقات، شادی بیاہ
کے طریقے، وراثتی حقوق کے مسئلے، بین الاقوامی تعلقات،
آرٹ و تکنیک، مذہب و جادو جیسے مسئلوں پر تبصرہ ہوتا ہے
افراد کی خاندانی زندگی رسم و رواج، عادات و اطوار،
رہنے سہنے کے طریقے، پیشے، کاروباری دھندے، شوق
و پہناوا، زبان، بول چال، اخلاق و مذہب سب بلا کم و کاست
یا بغیر ہمدردی یا مخالفت کے بیان کئے جاتے ہیں۔ گویا یہ کہ
سماجی انسانیات کا علم اس تمدنی جاندار سے بحث کرتا ہے جس
کو انسان کہتے ہیں، نسلیں، زبانیں اور تمدن کی مختلف نشانیاں
جو مختلف اوقات میں مختلف مقاموں پر ظاہر ہوئیں، سماجی
انسانیات کا موضوع بحث ہیں۔ اس علم کے ذریعہ ہم پر یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ انسان حقیقت میں کیا تھا اور کیا ہے، وہ
تاریخی آثار و واقعات جنہوں نے موجودہ ثقافتی یا تمدن کو جنم دیا
اور جن سے تمدن کے مختلف نمونے پیدا ہوئے، وہ طریقے جن سے

نسل، زبان اور تمدن کی تبدیلی یا اصلاح عمل میں آتی ہے، وہ باہمی تعلقات جو انسان اور اس کے ماحول کے درمیان پائے جاتے ہیں، وہ باہمی ربط و میل جو زبانوں، نسلوں اور تمدنوں میں پایا جاتا ہے، وہ ذہنی کاوشیں جو مختلف تمدنوں میں ملاپ اور ہلچل پیدا کرتی ہیں۔ وہ تعلقات جو فرد واحد اور سماج میں پائے جاتے ہیں، یہی وہ موضوع ہیں جنھیں سماجی انسانیات کا علم حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس علم کے دائرہ میں انسان کی پوری اجتماعی زندگی آجاتی ہے جس میں وقت اور جگہ کا کوئی تعین نہیں مگر انسانیاتی نقطہ نظر سے قدیم زمانہ کی انسانی زندگی اور خام تمدنی تہذیبیں خاص طور پر زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

Advantages of Anthropology

سماجی انسانیات کے مطالعہ کے فائدے

اس علم کے مطالعہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسانی تہذیب و تمدن کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ انسانیات کے مختلف موضوعوں کے مطالعہ سے ہم اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ "انسان کیا تھا اور کیا ہے۔" "وہ کیا ہے اور اس نے کیا کیا ہے" ایک طرف تو ہم اپنے بالکل ابتدائی زمانہ کے تمدن کا پتہ چلاتے ہیں تو دوسری طرف ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خام تمدنی حیثیت سے انسان نے آہستہ آہستہ کیونکر ترقی کی۔

(۲) اس علم کے مطالعہ کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس کی مدد سے ہم اپنے ملک اور زمانہ کے ان کروڑوں لوگوں سے واقف

ہو جاتے ہیں جو آج تک خام تمدنی زندگی گذارتے چلے
آئے ہیں اور جن میں سے لاکھوں آج بھی اسی قسم کی زندگی
گذار رہے ہیں۔ کل تک ان آدی باسیوں کو اور خام تمدنی
قبیلوں کو ہم "وحشی اقوام" "بن مانس" "savages"
"جرایم پیشہ" "بربر" "اقوام صحرائی" کے نام دیتے تھے مگر جیسے
جیسے انسانیات کا علم ترقی کر رہا ہے، اس نگاہی نقطہ میں تبدیلی
ہو رہی ہے اور ہم یہ ماننے لگے ہیں کہ معاشی اعتبار سے چاہے
وہ کتنے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہوں ان کا اپنا ایک الگ تمدن
ہے جو اپنی ایک علیحدہ نوعیت اور اکائی رکھتا ہے۔ لہٰذا ان
تمدنوں کا مطالعہ کرنا، ان کے قانونوں اور سماجی رسم
و رواج سے واقف ہونا اور ان کی مدد سے اپنے
انصاف اور اپنی حکمت عملی کو ڈھالنا، آج کی سرکاریں
ضروری سمجھتی ہیں کیونکہ اکثر ملکوں کے ودھان یا دستوروں
میں قبیلوں کی دیکھ بھال، ان کی خوشحالی ان کے حقوق اور
آزادی اور ان کے ساتھ مساوات کے برتاؤ جیسے اصولوں
کی گنجائش رکھی گئی ہے اور ان کے سدھار کے لئے باضابطہ
قدم اٹھائے جا رہے ہیں۔ بھارت سرکار کا یہ کم کارنامہ
نہیں کہ ابھی حال میں اس نے ۱۹ ویں صدی کے اواخر سے اس
قانون کو قبیلوں پر سے اٹھا لیا جو "جرایم پیشہ قبیلوں کے قانون"
کے نام سے موسوم تھا۔ ان نام نہاد جرائم پیشہ قبیلوں کو اب آزادی
سے گھومنے پھرنے کی اجازت ہے۔

قبیلوں کے تمدنوں کے مطالعہ کا ایک اور فائدہ بھی ہے۔ سماجیات کے ماہر اس بات کو مانتے ہیں کہ قبیلائی تمدن نہ تو ہمارے تمدن کی طرح بہت پیچیدہ ہی ہے اور نہ اتنا زیادہ وسیع ہے۔ سائنسی علوم کی طرح ہم سماجی علوم میں کوئی تجربہ بھی نہیں کر سکتے کہ اس کی مدد سے کسی چیز کو ثابت کر دکھائیں۔ اس لئے چھوٹے چھوٹے معاشروں کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ساتھ ساتھ اگر ہمیں تمدن کے پیچھے چھپے عام اصولوں کو سمجھنا ہے تو ہم صرف ایک دو مہذب جاتیوں کے تمدنوں کے مطالعہ سے یہ اصول نہیں بنا سکتے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ تہذیب یافتہ و نیم تہذیب یافتہ، خام تمدنی اور آدی باسیانہ غرض سب ہی قسم کے ہیلیوں تمدنوں کا مطالعہ کریں اور اسی وقت ہم تمدن کے عام اصولوں کا تعین کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف خام تمدنی اور ترقی یافتہ جاتیوں اور نسلوں کی سروے نے انصاف اور نظم و نسق کے عام اصولوں کے ڈھالنے میں بڑی مدد کی۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ سماجی انسانیات کا علم اونچ نیچ کے فرق کو مٹانے، نسلی بھید کو ختم کرنے اور رنگ کے مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دیگا بہ شرطیکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس علم کو ٹھیک طور پر سمجھیں اور اس کے اصولوں کو مانیں۔ ہر قوم، ملک اور قبیلہ میں (Ethnocentrism) خود مرکزیت کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور اس کے تحت ان میں جوش، ولولہ، وطن کی محبت اور برتریت کا تخیل پیدا ہوتا ہے مگر جب جدانیت کے تحت کوئی ملک یا قوم یا فرقہ یا

قبیلہ اپنے کو برتر تصور کرتے ہوئے دوسروں کو گرانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے نتیجے برے نکلتے ہیں۔ کوئی جاتی روحانیت کا دعوی کرتی ہے تو کوئی مادیت کے گن گاتی ہے اور کوئی جاتی اپنی پرانی سنسکرتی، اپنے دھرم اور ساہتیہ، اپنے انکشافوں، ایجادوں، نسلی کارناموں کا واسطہ دیکر اپنے کو دوسری جاتیوں پر فوقیت دینے کی کوشش کرتی ہے۔ کوئی خام تمدنی قبیلہ اپنے کو "خدا کا بیٹا" ظاہر کرتا ہے تو کوئی آدی باسی گروہ اپنے کو "پرماتما کا لاڈلا" بتاتا ہے۔ کوئی "مہذب" انسانی جماعت "Master Race" ہونے کا دعوی کرتی ہے تو کوئی تعلیم یافتہ نسل رنگ کی برتریت کا راگ الاپتی ہے۔ بہرحال ہر ایک اپنے کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے، دوسروں سے خود کو افضل اور برتر تصور کرتا ہے۔ جب ہر قبیلہ اور ہر قوم اپنے کو برتر سمجھے تو برتریت کا معیار قائم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہرحال تہذیب و تمدن کے نام نہاد برتری کے غلط تصورات کو سماجی انسانیات دور کرنے میں مدد دے سکتی ہے اور نسلی امتیازوں کے بہتیرے ڈھکوسلے اس علم کی واقفیت سے دور ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سماجی مساوات کا تخیل پیدا کرنے، پھیلانے اور ہموار بنانے میں سماجی انسانیات نے بڑا حصہ لیا ہے۔

غرض کہ سماجی انسانیات کے مطالعہ نے اکثر لوگوں کے اس خیال کو جھٹلا دیا ہے کہ تمام آدم جاتیاں یا خام تمدنی قبیلے، جنگلی، ناشائستہ اور غیر مہذب ہیں۔ کتنی ہی جاتیوں پر تحقیق کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کا اپنا ایک الگ تمدن ہے جو کسی طرح دوسروں سے الگ ہی صحیح مگر اس میں ایک قسم کا نیا رنگ اور انوکھا پن نظر آتا ہے۔ قدرت کی گود میں کھیلنے والی یہ جاتیاں چاہے نام نہاد مہذب جاتیوں سے اکثر صورتوں میں کتنی ہی پیچھے

کیوں نہ ہوں مگر انہوں نے شانتی کا جو پاٹھ پڑھایا وہی انکے بڑپن کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہماری زندگی دن بدن پیچیدہ بنتی جا رہی ہے۔ خود غرضی، ایک دوسرے پر کم اعتمادی، آپس کا رشک و حسد روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ آئے دن کے دنگے فساد، لڑائی جھگڑے اور جنگ و جدل "انسانیت" کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں تھوڑی دیر کے لئے جب امن اور شانتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی ان جاتیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ کہہ اٹھتے ہیں یہ بھی "انسان" ہیں۔

آثاریات اور انسانیات کا تعلق

آثاریات اس علم کا نام ہے جس Archaeology and Anthropology میں قدیم آثار پر تحقیق کی جاتی اور پرانی چیزوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے انسانیات میں چونکہ بالکل ابتدائی زمانہ کے انسانی تمدن کے حالات بھی معلوم کئے جاتے ہیں، اس لئے آثاریات کے علم سے مدد حاصل کی جاتی ہے۔ پرانے تمدن کو سمجھنے کے لئے اس زمانہ کی چیزیں ہمیں اپنے سامنے رکھنی پڑتی ہیں جنہیں اس زمانہ کے انسانوں نے بنائی تھیں۔ ظاہر ہے ان چیزوں کی قدامت، قسم اور ان کے اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کا ثبوت آثاریات سے مل سکتا ہے۔ مثلاً پرانے پتھر جگ، نئے پتھر جگ، کانسہ یا تانبا جگ کے زمانہ کی مختلف ایسی چیزیں جنہیں انسانی ہاتھوں نے تیار کئے تھے، جہاں کہیں بھی ملی ہیں انہیں دیکھ کر آسانی سے انسانی تمدن کے خام تمدن ہونے یا اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح قدیم زمانہ کی قبروں کے مختلف نمونے دنیا کے اکثر علاقوں میں نظر آتے ہیں۔ ان قبروں کو دیکھ کر بھی

بھی آثاریات کے ماہر وقت اور زمانہ کا تعین کرتے ہیں اور اسی قسم کے نمونے جب بعض آدی باسیوں یا خام تمدنی قبیلوں میں نظر آتے ہیں تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا تمدن کتنا پرانے قسم کا نہ ہوگا۔ غرض یہ کہ پرانے تمدن کا پتہ چلانے میں آثاریات کا علم بڑی مدد دیتا ہے۔ اس اعتبار انسانیات کے علم سے اس کا بہت قریبی تعلق ہے کیونکہ انسانی قدامت کا جہاں تک سوال ہے آثاریات اور سماجی انسانیات بہت قریبی رشتہ میں منسلک ہیں

نسلیات اور انسانیات	Ethnology and Anthropology	یونانی لفظ ethnos سے یہ لفظ بنا ہے جس کے معنی race یا نسل

کے ہیں یعنی نسلوں کا مطالعہ کرنیوالا علم Ethnology ہے۔

نسلیات (Ethnology) اور قبیلیات یا جات شاستر (Ethnography) میں فرق کرنا ضروری ہے۔ جس علم میں مختلف نسلوں کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے اس کو نسلیات کہتے ہیں۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں دنیا کی پوری انسانی نسلیں شامل ہو سکتی ہیں۔ اس علم میں یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ایک نسل کا دوسری نسلوں سے کیا تعلق ہے، ایک نسل اور دوسری نسلوں کے درمیان کس قسم کا پایا جاتا ہے یا ایک قبیلہ میں دوسری جاتیوں کی مشابہت اور اختلاف کی کونسی نسلی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر قبیلیات یا جات شاستر میں فرد اور قبیلہ کے تعلقات معلوم کئے جاتے ہیں۔ اس علم کا دائرہ کسی ایک قبیلہ کی حد تک محدود رہے۔ چونکہ سماجی انسانیات میں انسانی نسلوں اور

اور نسلی ارتقا پر بھی غور کیا جاتا ہے، اس لئے اس علم کا تعلق ان دونوں سے ہے۔

Biology and Anthropology
حیاتیات اور انسانیات

حیاتیات اور انسانیات کا بھی قریبی تعلق ارتقائی دور پر حیاتیات، بدنیات Anatomy اور آثاریات بڑی روشنی ڈالتے ہیں۔ انسانیات میں جب انسان کے ارتقا پر غور کیا جاتا ہے تو علم حیاتیات سے مدد لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ مختلف جانوروں، نیم انسانوں اور اصلی انسانوں کی ہڈیوں اور ڈھانچوں کا مطالعہ کر کے انسان کی پیدائش اور اس کی قدامت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ جہاں تک انسانی نسل کا سوال ہے، طبعی انسانیات اور حیاتیات بہت قریب آجاتے ہیں۔

سماجیات اور انسانیات

سماجیات اگر سماج کے علم کا نام ہے تو انسانیات "انسانوں کے علم کا"۔ لہٰذا دونوں علوم انسان اور انسانی گروہوں کے مختلف تمدنی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ انسانی ارتقا، سماجی ارتقا، نسل، تمدن اور مذہب جیسے مسئلے ان دونوں علوم میں عام ہیں۔ سماجیات، خاص طور پر اس کی ایک شاخ اطلاقی سماجیات کا مقصد خوشحالی ہے۔ سماجی بیماریوں کو دور کرنا، پستی کے اسباب معلوم کرنا اور گری ہوئی حالت سے سماجوں کو اوپر اٹھانا، سماجیات کا ایک اہم مقصد ہے۔ سماجی انسانیات کے دائرہ میں بھی نسلوں کی بہبودی، آدی باسیوں کا سدھار

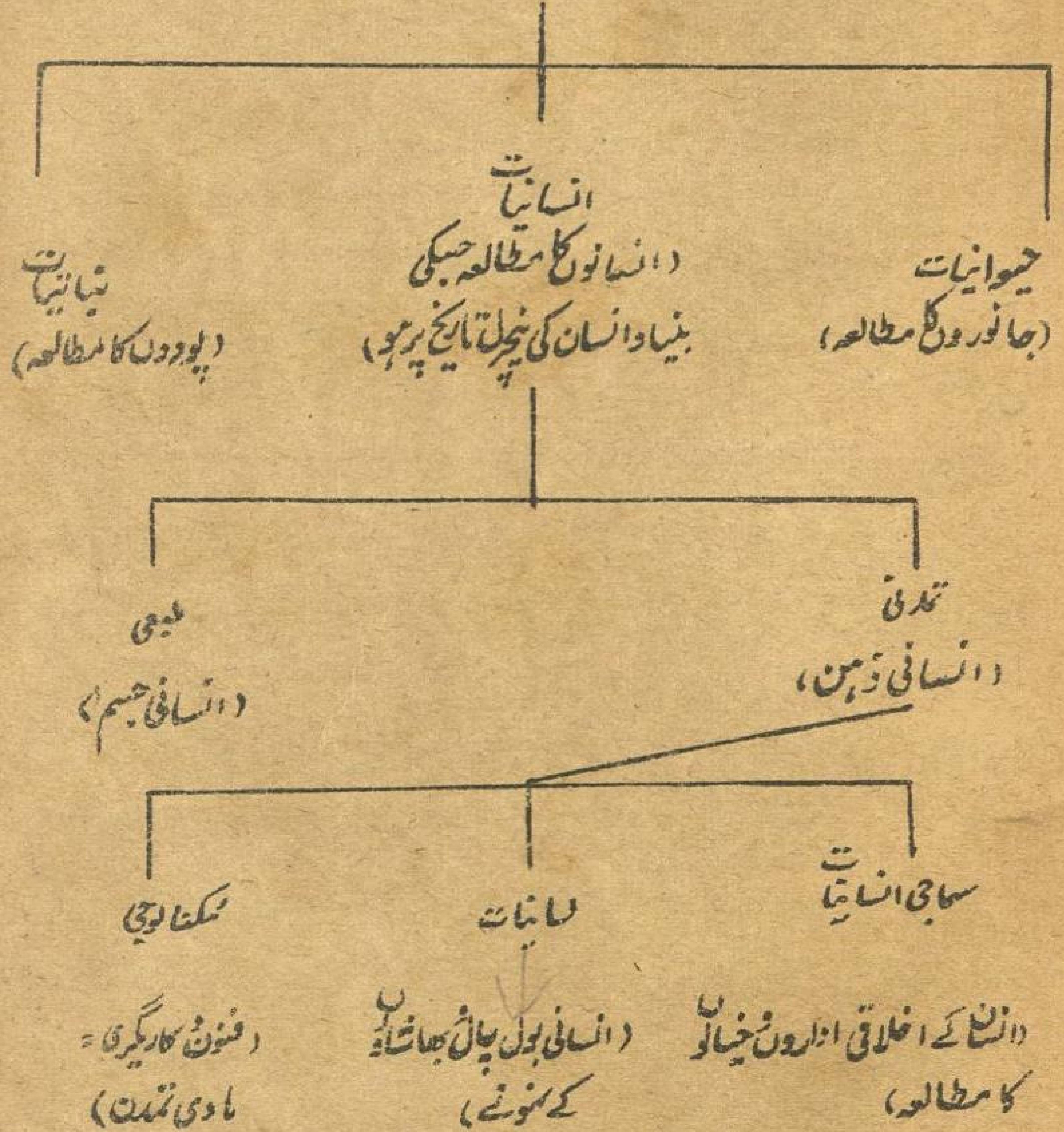
بچھڑی ہوئی جاتیوں کے مسئلوں کا حل شامل ہے جس طرح سماجیات کا نصب العین ایک بہتر، ایک خوشحال اور ایک اچھی کمیونٹی (Community) جماعت کا قائم کرنا ہے۔ اسی طرح سماجی انسانیات کا مطمح نظر بھی ان جاتیوں کا سدھار ہے جو لاکھوں سال پہلے کا تمدن اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کو پست اور گری ہوئی حالت سے نجات دلا کر ایک عام ترقی کی سطح تک پہنچانا ہی سماجی انسانیات کا اصلی مقصد ہے۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ایک ہی منزل کو پہنچنے کے یہ دو جداگانہ راستے ہیں۔

Linguistics and Anthropology
لسانیات اور انسانیات

لسانیات کے علم میں مختلف بھاشاؤں کی گروہ بندیوں کی ابتدا ان کی قدامت ساخت، قواعد اور صرف و نحو پر تحقیق کرتے ہیں۔ سماجی انسانیات میں قبیلوں کی تحقیق داخل ہے، بعض قبیلوں کی بھاشا صرف بولی کی حد تک محدود ہے اور بعض میں بولی کے علاوہ رسم الخط بھی موجود ہوتا ہے۔ قبیلوں کی تحقیق کے وقت زبانوں کے مطالعہ کا بھی خاص طور پر خیال رکھنا پڑتا ہے اور بعض مرتبہ سماجی انسانیات کے ماہروں کو بھاشاؤں کی پوری جان کاری رکھنے کی وجہ سے اس بات کا اندازہ لگانے میں بہت آسانی ہوتی ہے کہ اس قبیلہ کا تعلق کونسے نسلی گروہ سے ہوگا۔

انسانیات کے مطالعہ کا خاکہ
(میر تھ کے نقطہ نظر سے)

حیاتیات



An outline of Prehistory

باب (۲)

تاریخ سے پہلے کے انسان

(Prehistoric Men)

اس سرزمین پہ انسان کب نمودار ہوا، اس بارے میں سوائے اس کے کہ سائنس اندازے لگائے اور قیاس آرائیاں کرے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ مٹی میں دبی ہوی ہڈیوں، پتھر کے بنے ہوئے ہتھیاروں، ہاتھی دانت اور سینگوں سے بنی ہوی چیزوں یا مختلف غاروں کی دیواروں پر اتری تصویروں کو دیکھ کر ہم پتہ چلاتے ہیں کہ انسان کا تمدن کتنا قدیم ہوگا یا کتنے سیکڑوں ہزار سال پہلے انسان نے اس دھرتی پر قدم رکھا ہوگا۔

اب تک ایک عام خیال تھا کہ بندروں سے ایپ (ape) پیدا ہوے اور ایپ سے انسان، مگر اس بات کو غلط مان لیا گیا ہے، یہ سمجھا جاتا ہے کہ دونوں یعنی ایپ اور انسان ایک ہی انتھروپائیڈ باپ دادوں کی اولاد ہیں۔ مختلف مقاموں پر اور مختلف زمانوں میں جو ہڈیاں، ڈھانچے اور یہ کھوپڑیاں ملی ہیں ان پر اناٹومی اور رنسانیات و آثاریات کے ماہروں نے تحقیق کر کے ان کی حیوانی و نیم انسانی خصوصیتوں پر خیال آرائی کی ہے اور زمانہ

anthropoid ancestors

کا تعین بھی کیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان تمام تفصیلات کو ہم اپنے سامنے رکھیں۔

دہلی اور جنوبی افریقہ ۱۹۲۴ء میں

Australopithecus Africanus مدھیہ افریقہ اور دکشنی آفریقہ میں چند ڈھانچے برآمد کئے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ ہڈیاں ایپ سے زیادہ شباہت رکھتی ہیں، انسانوں سے کم۔

Pithecanthropus erectus جاوا کے بالکل پچھم میں ایک پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جو کینڈنگس کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں جوالا مکھی کے ذخیرے موجود ہیں اور دریائے Bengawan کا پانی انہیں کاٹتا رہتا ہے۔ ان Kending پہاڑیوں کے بیچ ایک چھوٹا سا گاؤں Trinil کے نام سے موسوم ہے اسی جگہ مختلف جانوروں کی ہڈیاں ملیں اور ڈاکٹر Eugene Dubois نے ۱۸۹۱ میں اسی جگہ "Missing link" معلوم کرنے کے ارادے سے ہالینڈ سے جاوا کا رخ کیا۔ ستمبر ۱۸۹۱ء میں کھدائی کرنے سے انہیں سیدھے جانب کا تیسرا دانت یا داڑھ ملا۔ چند مہینے بعد اس سے تین چار فیٹ آگے ایک کھوپڑی بھی ملی دوسرے سال کے وسط میں پہلا سے ۵ گز کے فاصلہ پر بائیں ٹانگ کی ران کی ہڈی بھی ملی اور اسی سال موسم خزاں کے اکتوبر کے مہینہ، انہیں ایک اور دانت کھوجنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ بائیں جانب کا دوسرا داڑھ تھا۔ اس داڑھ کے بارے میں (Booth pearsall) کا خیال ہے کہ یہ عقل داڑھ تھا اس کے بعد اس یقین کے ساتھ کہ انہوں نے اپنے missing link کو دریافت کر لیا ہے، وہ ہالینڈ چلے آئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

کہ اس کے بعد مختلف لوگوں نے وہاں پر اور کھدائیاں بھی کیں مگر سوائے
اس کے کہ ایک اور دانت ملا، اس ڈھانچہ کی دوسری کوئی چیز نہیں
مل سکی۔ ڈاکٹر دبائے Du Bois نے اس پر کافی تحقیقی کام کیا ہے۔ بعض
لوگوں کا خیال ہے کہ pithecanthropus ایک ایپ
ہے جس میں چند انسانی خصوصیتیں بھی نظر آتی ہیں۔ بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ یہ ایک انسان ہے جس کی ظاہرا خصوصیتیں کچھ جانوروں سے
ملتی جلتی ہیں اور چند محقق جن میں ڈاکٹر Dubois بھی شامل ہیں
اس کو ایپ اور انسان کے درمیان کی ایک شکل بتاتے ہیں اور اس کو
وہ ایک connecting link ظاہر کرتے ہیں جو انسان
اور ایپ کے سلسلہ کو قایم رکھتا ہے۔

جہاں تک کھوپڑی کا سوال ہے یہ اپنی عام نوعیت کے اعتبار
سے جانوروں سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے نہ کہ انسان سے۔ خاص
طور پر اس کی بہت سی خصوصیتیں سب سے قدیم انسان نماایپوں سے ملتی
جلتی ہیں۔ کھوپڑی کی لانبائی ۱۸۵ ملی میٹر اور چوڑائی ۱۳۰ ملی میٹر ہے،
اس لئے یہ dolichocephalic یا لانبا سر ہے جس کا
انڈکس ۷۰ء، نکلتا ہے۔ اس کی اونچائی ۶۵ ملی میٹر اور لانبائی سے
نسبتی مطابقت ۳۵ نکلتی ہے اس لئے یہ چوڑے قسم کا سر ہے۔
پیشانی جھکی ہوی اور ڈھلوان ہے ایک معنی میں Gibbon اور
چمپانزی سے بہت زیادہ جھکی حالت میں ملتی ہے۔ پیشانی کے بیچ
کا حصہ گنبد نما قسم کا ہے۔ ایک بہت ہی اہم خصوصیت جسکو نظرانداز نہیں
کیا جاسکتا کھوپڑی کا گھیرا اور دماغ کے سمانے کی گنجائش ہے۔ کھوپڑی

850 cc

کا گھیرا کا اندازہ ۸۵۰ کیوبک سنٹی میٹر لگایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ
سکتے ہیں کہ کسی طرح اس کا شمار حقیقی جانور یا انسان میں نہیں کیا جا سکتا
کیونکہ ادنے ایپوں میں دماغ کو سمانے کی گنجائش ۶۰۰ سی سی سے نہیں
بڑھتی اور ایک اچھے صحت مند انسان میں یہ گنجائش ۸۸۰ سے کسی
طرح کم نہیں ہوتی۔ ان دونوں کا اوسط نکالا جائے تو ۷۴۰ آتا ہے
اور یہی انسان و حیوان کے درمیانی شکل کی گنجائش ہونی چاہئیے لیکن
چونکہ pithecanthropus میں یہ ۹۰۰ سی سی سے بڑھ
جاتی ہے اس لئے اس کو انسانی خاندان کے حدود میں داخل کیا جا سکتا
ہے یا دوسرے لفظوں میں جانوروں کی منزل سے انسانی منزل تک
کا فاصلہ طے کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آدھے سے زیادہ
راستہ طے کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکو انسان سے زیادہ قریب اور
جانوروں سے بہت زیادہ دور بتا سکتے ہیں۔

The Peking man

Sinanthropus pekinensis اکثر اناٹومی دید
اور انسانیات کے ماہروں کا خیال ہے کہ سب سے قدیم انسان کی پیدائش
کی اصلی جگہ ایشیا ہوگی کیونکہ وسطی ایشیا اور دکھنی ایشیا میں بہت ہی جب
قدیم زمانہ کے ایسے جانوروں کی ہڈیاں ملی ہیں جو اب مفقود ہو چکے ہیں۔
خود ہندوستان میں ایپوں کی بڑی تعداد ملتی ہے۔ پچھلے کنتھرو لین کی
ہڈیاں جاوا میں ملیں۔ اس صدی کی ابتدا میں ایک دانت چین
میں ملا اور پرانے پتھر جگ کے کئی ہتھیار وادی زار منگولیا و چین میں برآمد
کئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی انسان کے "جنم بھومی" کی بات کی
جاتی ہے تو سب سے پہلے ہماری نظر ایشیا پر پڑتی ہے۔ پکنگ یا پیکنگ

چین میں پکنگ کے نواح میں ایک غار

Peking Man

Peiping سے لگ بھگ ۳۷ میل کے فاصلہ پر
ایک مقام Choukoutien ہے جہاں ۱۹۲۶ء میں
دو انسانی دانت کھدائیوں میں ملے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک اور دانت ملا
اس ایک دانت کی بنیاد پر کناڈا کے اناٹومی کے ماہر Davidson
Black نے اس پر کافی تحقیق کی اور بالآخر اس کو sinan
thropus pekinensis (پکنگ کے چینی انسان) کا نام دیا مگر اس
سلسلہ کی کڑی کی سب سے اہم دریافت ۲ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ہوئی جبکہ
چین کے ارضیاتی سروے کے ممبر W. C. Pei نے ایک کھوپڑی
کو کھدائی میں برآمد کیا۔ دوسرے سال یعنی جون ۱۹۳۰ء میں ایک
دوسری کھوپڑی بھی ملی ان کھوپڑیوں سے ایک مکمل دماغی کیس کا پتہ
چلتا ہے اور اس کے بعد کی کھدائیوں میں انسانی دانت جبڑے کی
ہڈیاں اور کئی افراد کی کھوپڑیاں برآمد ہوئی ہیں۔ مگر ان ہڈیوں
کے ساتھ جو مختلف جانوروں کی ہڈیاں ملی ہیں انہیں دیکھکر آسانی
کے ساتھ ارضیاتی دور کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ
یہ زمانہ ابتدائی Pleistocene کا ہوگا جو جدید دنیا کی ابتدا
سے پہلے کا زمانہ ہے۔ ان کھوپڑیوں کی تحقیق کے سلسلہ میں H. Weinert
اور A. Hrdlicka کے درمیان اختلاف رائے ہے۔
Weinert
اول الذکر کا خیال ہے کہ کھوپڑی پتھے کنتھروپس سے قریب کی مشابہت
رکھتی ہے۔ آخر الذکر اس کو نینڈرتھالی ظاہر کرتا ہے لیکن ڈیوڈسن بلاک
Davidson Black کے نزدیک پکنگی انسان نینڈرتھالی
انسان سے پہلے کا نمونہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر جبڑوں میں تھوڑی

کی علامت صاف ظاہر نہیں ہوتی اور روانت نینڈر تھالی انسانوں سے ملتے جلتے ہیں بہت ممکن ہے کہ پروفیسر بلاک کی موت ۱۹۳۴ء میں نہ ہوتی تو اس پر اور زیادہ روشنی پڑتی مگر ان کے خیالات سے بعد کے محققوں نے کافی فائدہ اٹھایا اور مسلسل کھدائیوں میں جو اور کھوپڑیاں برآمد ہوئیں ان سے prof. Weidenreich جیسے محقق منگولی نسل کا رشتہ اس سے باندھ دیتے ہیں۔ جن غاروں میں یہ ہڈیاں نکلیں ان سے پکنگی انسان کے تمدنی مرتبہ کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ کے استعمال سے واقف تھا۔ بہت ہی بھدے قسم کے پتھر کے ہتھیار بناتا تھا اور ہرن کے جبڑوں و دوسری ہڈیوں سے اوزار بنایا کرتا تھا۔ حیرت اس بات کی ہوتی ہے کہ ان غاروں میں پکنگی انسانوں کی صرف کھوپڑیاں مل سکیں، دوسری ہڈیاں نہیں ملیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدم خوروں نے عورتوں، مردوں اور بچوں کے سر کاٹے اور یہاں لے آئے تھے۔ بہرحال پکنگی انسان کی دریافت انسانیات کی تاریخ میں بہت زیادہ اہم ہے کیونکہ ان کے بہت زیادہ خام تمدنی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور پتھے کینتھروپس و نینڈرتھال آدمیوں سے ان کی مشابہت اتنی ملتی جلتی ہے کہ کسی صورت میں انہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

Homo Heidelbergensis ہائی ڈلبرگ

جرمنی میں ایک مقام Hauer ہے۔ یہ ہائی ڈلبرگ کے دکن پوربی حصہ میں ہے۔ ۱۹۰۷ء میں ڈاکٹر Schoetensack نے اس خام تمدنی انسان کے نچلے جبڑے کی دریافت کی مقام اور جبڑے کی اہمیت کے اعتبار سے اس کو بعض وقت Hauer jaw بھی کہتے ہیں خود جبڑے کو

دیکھنے سے ٹھوڑی کا کوئی پتہ نہیں چلتا لیکن تمام دانت گو کہ خام تمدنی
ہی ہیں بالکل انسانوں کے دانتوں جیسے ہیں سماجی انسانیات کے ماہرین کا
خیال ہے کہ جبڑا زیادہ وحشی اور ایپ کے مشابہ ہونے کے باوجود بعض
خصوصیتیں ایسی ہیں جو نینڈر تھال نسل سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے
ان کے خیال میں اس کو قبل نینڈر تھالی نمونہ مانا جا سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۷ء
میں Bonarelli نے اس کے لئے paleanthropus کا نام
تجویز کیا تھا۔ اس جبڑے کی ایپ جیسی خصوصیت پر بعض مرتبہ مبالغہ آرائی
بھی کی جاتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اگر بغیر دانت کے یہ جبڑا ملتا تو اس
کو ایپ ہی سمجھا جاتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اس میں ایپ جیسی خصوصیت
ضرور موجود ہے مگر وہ کسی طرح اس کی ضروری انسانی خصوصیتوں پر پردہ
نہیں ڈال سکتی۔ دانت بالکل انسانوں جیسے ہیں عقلی داڑھ دوسری داڑھ
سے کچھ چھوٹا ہے۔ نینڈر تھالی نمونے اور اس میں گالوں کے حصہ میں
فرق دکھائی دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہائی ڈلبرگی انسان کا چہرہ زیادہ
Eoanthropus dawsonii
چپٹا اور چوڑا تھا۔
سنہ ۱۹۱۱-۱۲ء میں انگلستان کے Sussex کے علاقہ میں Piltdown near
Piltdown انسان کی دریافت ہوئی۔ مسٹر چارلس ڈاسن نے وقفہ
وقفہ سے دماغی کیس کے کئی حصے جمع کئے مگر اس پر سب سے زیادہ کام
ڈاکٹر Smith Woodward کا ہے پلٹ ڈاون کھوپڑی کے بارے
میں اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ pleistocene عہد کے ابتدائی
دور کی یادگار ہے۔ اس کھوپڑی کے بارے میں بھی بڑا اختلاف رائے پایا
جاتا ہے۔ کھوپڑی بالکل ہی انسانی کھوپڑی جیسی معلوم ہوتی ہے مگر ٹھوڑی

Eoanthropus dawsonii (Piltdown man)

کا نچلا حصہ اور جبڑے کے لانبے دانت اس کے مانند ایپ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا بھی یقین نہیں کہ جبڑے کی ہڈی اور کھوپڑی دونوں ایک ہی فرد سے ہیں بھی کہ نہیں۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں پلٹ ڈاون سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر اور ہڈیاں برآمد کی گئیں۔ ان سے کسی خاص بات پر روشنی نہیں پڑتی سوائے اس کے کہ پہلی رائے کو اور زیادہ تقویت پہنچتی ہے۔ بہرحال یہ ایک نزاعی مسئلہ ہے کہ پلٹ ڈاؤں کو Dawn man کہا جائے یا نہیں مگر اکثر یورپی دانشمند اس کو "Dawn man" "پربھاتی انسان" ہی کہتے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۴ء میں پلٹ ڈاون کے انسان سے ملتی جلتی اور کھوپڑیاں مدھیہ افریقہ میں برآمد کی گئیں انہیں Homo Kalamensis کا نام دیا جاتا ہے اور لوگوں کا اس بات میں یقین بڑھتا جا رہا ہے کہ انسان کا ارتقا ایشیا، افریقہ اور یورپ میں ساتھ ساتھ ہو رہا تھا۔

Homo Neander Thalensis: Dusseldorf سے بہت قریب رہائنی پرشیا میں گہری وادیوں کا درمیانی علاقہ ہے جو نینڈر تھال کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں کئی غار موجود ہیں۔ ان ہی غاروں میں سنہ ۱۸۵۶ء میں چونے کا کام کرنے والوں نے ایک ڈھانچہ کے مختلف حصے برآمد کئے۔ چونکہ انہیں اس کی کوئی جانکاری نہیں تھی اس لئے ان کے ہاتھوں ان ہڈیوں کو نقصان بھی پہنچا۔ ڈاکٹر Fuhl Rott نے ان تمام ہڈیوں کو جمع کیا جن میں ران کی ہڈیاں، اوپر کے بازو کی ہڈیاں، کاندھے کی ہڈی، گلے کی ہڈی، پسلیوں کے ٹکڑے اور سب سے زیادہ اہم ایک کھوپڑی اور دماغی کیس شامل ہے۔ ڈھانچہ کے ان تمام حصوں، خاص طور پر چھوٹی پیشانی

اور کھوپڑی کی بناوٹ کو دیکھکر ماہرین اس کو مانند ایپ سمجھتے تھے۔
سنہ ۱۸۶۴ء میں ڈاکٹر ولیم کنگ نے اس کو Homo Neander Thalensis
کا نام دیا اور ایک زمانہ تک اس کی خصوصیتوں کے اعتبار سے اس کو مانند
ایپ ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ مگر وقفہ وقفہ سے جب یورپ کے مختلف
علاقوں مثلاً جرمنی، بلجیم، فرانس، اسپین، اٹلی، یوگوسلاویہ اور فلسطین میں جب
اور ہڈیاں ملیں اور ان ہڈیوں کے ساتھ اسی زمانہ کے مختلف جانوروں
کی ہڈیاں بھی ملیں تو نینڈر تھالی انسان کے بارے میں پوری جانکاری
حاصل کرنے میں کافی مدد ملی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نینڈر تھالی لوگ
آگ بنانا جانتے تھے اور چند ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن سے ظاہر
ہوتا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو دفناتے تھے۔ اس کے علاوہ اس بات کا
یقین بھی کر لیا جاتا ہے کہ یہ نسل کافی عرصہ تک یورپ میں بسی رہی اور
تیسرے سے چوتھے برفانی عہد میں اس کا کافی زور رہا۔ اس زمانہ کا اندازہ
پچیس ہزار سے پچھتر ہزار سال تک لگایا جاتا ہے۔ نینڈر تھالی تھے پیشانی بہت
چھوٹی تھی جس پر گہری بھنویں تھیں۔ اس کے انگوٹھے انسانی انگوٹھوں کی
طرح انگلیوں کے چاروں طرف حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی گردنیں
اتنی وزنی اور موٹی ہوتی تھیں کہ وہ اپنے سر پیچھے کی طرف موڑ کر اوپر
نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کے جبڑوں کی ہڈیاں جن میں ہائی ڈلبرگی انسانوں
کی طرح تھوڑی مفقود تھی حقیقی انسان کی تھوڑی سے ہرگز نہیں ملتی تھی
اور دانتوں کی بناوٹ بھی جداگانہ تھی۔ ان کے داڑھوں میں زیادہ
پیچیدگی ہوتی تھی۔ انسان کے دانت کی طرح لانبے دانت ان میں مفقود
تھے۔ ان خصوصیتوں کے اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نینڈر تھالی انسان

Homo Sapiens یا حقیقی انسانوں سے الگ تھا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ بعض خصوصیتوں میں ایپوں کی خصوصیتوں سے الگ ضرور تھا مگر وہ اتنا زیادہ مانند ایپ ہرگز نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں

رہوڈیشیا کا انسان جس کی کھوپڑی اور ہڈیاں مدھیہ افریقہ میں ملیں ہے نینڈرتھالی نمونہ کی سمجھی جاتی ہیں البتہ بعض خصوصیتوں کے اعتبار سے انہیں نینڈرتھالی انسان سے زیادہ خام تمدنی ہونا تصور کیا جاتا ہے

Homo Sapiens
حقیقی انسان

نینڈرتھالی نسل کے ختم ہو جانے کے بارے میں ایک خیال عام ہے کہ ان سے زیادہ اونچی سنسکرتی کے افراد کرومیگنوں نے ان کا صفایا کر کے اپنے تمدن کو پھیلایا یہی کرومیگنن ہیں جنہیں حقیقی انسان سمجھا جاتا ہے۔ سب سے قدیم انسان کی نشانیاں اور آثار مغربی یورپ، خاص طور پر فرانس اور اسپین میں ملے ہیں۔ ہڈیاں، ہتھیار، ہڈیوں پر اور پتھروں پر لکیریں اور غاروں کے اندر کی دیواروں پر بنی ہوئی تصویریں، تیس ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی تصور کی جاتی ہیں۔ اسپین اس اعتبار سے دنیا کا سب سے دولتمند ملک ہے۔

لیکن اس بات کا دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ یورپ ہی میں سب سے پہلے انسان نے جنم لیا تھا کیونکہ ابھی ایشیا اور افریقہ میں آثاریات و انسانیات کے ماہروں کی کمی ہے اور تحقیقات کا کافی میدان خالی پڑا ہے بہت ممکن ہے افریقہ اور ایشیا کے وہ علاقے جو اب ڈوب چکے ہیں ان دنوں آباد بستیاں ہوں جن پر قدیم ترین انسانوں نے بسیرا کیا تھا جیسے

جیسے تحقیقات ہونگی نظریوں میں بھی تبدیلیاں ہوتی جائینگی اور سچائی کی طرف انسان بڑھتا جائیگا۔

پہلے اصلی انسان جو یورپ میں نظر آتے ہیں ان کی دو قسم کی نسلیں بتائی جاتی ہیں ان میں سے ایک تو بہت اونچے قسم کی نسل تھی۔ یہ لانبے قسم کے انسان تھے۔ کھدائیوں میں ایک عورت کی کھوپڑی آج کل کے انسانوں کی کھوپڑی سے بھی بڑی برآمد کی گئی ہے اور ایک انسانی ڈھانچہ بھی ملا ہے جس کا قد چھ فٹ سے زیادہ ہے۔ ان کی جسمانی بناوٹ الاہی امریکہ کے انڈینوں سے ملتی جلتی ہے۔

1 - Cro Magnard
2 - Grimaldi

Cro - Magnan کے غار کے نام پر جہاں یہ ڈھانچے ملے ہیں اس نسل کو کرو میگنن نسل کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسری نسل گری مالڈی (حبشی اور نیگرو) Grimaldi نسل کے نام سے موسوم ہے۔ اپنی جسمانی خصوصیتوں کے اعتبار سے یہ نیگروی یا حبشیوں کے قسم کی ہے۔

ان دونوں نسلوں میں جو لگ بھگ چالیس ہزار سال سے بھی کچھ پہلے کے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے تھے تمام انسانی خصوصیتیں نظر آتی ہیں۔ وہ سیپیوں میں سوراخ کرتے تھے، خوبصورتی بڑھانے کی کوشش میں اپنے جسم کو رنگتے تھے، ہڈیوں اور پتھروں کی مورتیاں تراشتے تھے، پتھروں اور ہڈیوں پر شکلیں بناتے تھے اور غاروں کی دیواروں پر یا چکنی ڈھلوان پہاڑیوں پر تصویریں اتارتے تھے۔ یہ بہت نقاش بھی تھے۔ ان کے ہتھیار نینڈرتھالی انسانوں کے ہتھیاروں کی بہ نسبت بہت اچھے قسم کے تھے۔

یہ لوگ شکار کرتے تھے یا مچھلی پکڑتے تھے۔ جانوروں کو پالنا ابھی انہوں نے نہیں سیکھا تھا مٹی کی مورتیں ضرور بناتے تھے مگر برتن بنانے کے طریقے سے واقف

نہیں تھے۔ چونکہ پکانے کا سامان کسی جگہ برآمد نہیں ہوا ہے اس لئے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ پکانے کے طریقے سے یا تو یہ ناواقف تھے یا بالکل معمولی طور پر یہ چیز ان میں رائج تھی نہ تو یہ کاشت کرنا جانتے تھے، نہ مٹی سازی کا فن انہیں آتا تھا اور نہ بننے کے فن سے واقف تھے۔ البتہ اپنے جسم کو جانوروں کی کھالوں سے ڈھک لیا کرتے تھے۔

یہ ہے تاریخ اس ابتدائی انسان کی جس کو ہم اپنا مورث اعلیٰ تصور کرتے ہیں۔

باب (۳)

he beginnings
f Culture

قبل تاریخی تمدن

(Prehistoric Culture)

آثار قدیمہ کے ماہر قبل تاریخی تمدن کو سات درجوں میں تقسیم کرتے ہیں

Eolithic age	پرچھائی جگ	Copper age	تانبا جگ
paleolithic age	پرانا پتھر جگ	Bronze "	کانسہ جگ
Middle " "	وسطی پتھر جگ	Iron "	لوہا جگ
Neolithic "	نیا پتھر جگ		

Eolithic age پرچھائی جگ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمدن کے بالکل ابتدائی زمانہ کی کیا حالت تھی۔ چند پتھر کے ٹکڑوں کو جو ادھر ادھر سے تراشے نظر آتے ہیں

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاص ہتھیار تو نہیں البتہ انہیں کسی نہ کسی منشا
کے تحت ضرور کاٹا گیا ہے یا ہو سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ پانی
کی رگڑ یا مٹی کے دباؤ سے ان کی یہ شکل بن گئی ہو۔ بہرحال سب سے پہلے ۱۸۶۳ء میں
(A. L. Bourgeois) نے تھینے (Thenay) کے قریب
کھدائیوں میں چند ایسے پتھر کے ٹکڑے برآمد کئے جن کے بارے میں یہ اندازہ
لگایا جا سکتا تھا کہ انہیں کسی انسانی یا حیوانی ہاتھوں نے خاص ارادے
سے تراشا ہے چونکہ یہ پتھر کے ٹکڑے بالکل ابتدائی زمانہ کے انسانی
تمدن پر روشنی ڈالتے ہیں، اسی لئے انہیں "Eoliths" یا پربھاتی پتھروں کا نام
دیا گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے بعد کئی اور مقامات پر مثلاً ۱۹۰۵ء میں
فرانس میں، ۱۹۰۷ء میں Boncelles بلجیم میں Clermont
Oise میں اور Foxhall میں ورون Verworn، ریلوٹ
Rutot، برئیول Breiul اور Moir جیسے ماہروں نے کھدائیوں میں
اسی قسم کے اور پتھر برآمد کئے مگر ان کے بارے میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا کہ حقیقی
معنوں میں یہ کسی کے ہاتھ کے بنائے ہوئے تھے یا زمین کی تپش سے دب دبا کر
اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان کی یہ شکل بن گئی تھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی کے
بہاؤ کے زور اور مٹی کی رگڑ سے ان کی یہ شکل بن گئی ہو۔ چاہے کچھ ہو ان پربھاتی
پتھروں کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر چونکہ یہ پربھات یا
بہت سویرے کے سورج کی کرنوں کی طرح یہ ہمارے ابتدائی تمدن پر ہلکی سی
جھلک ڈالتے ہیں اس لئے انہیں "پربھاتی پتھروں" اور اس زمانہ کو
"پربھاتی جگ" کا نام دیا جاتا ہے۔
paleolithic age پرانے پتھر جگ کے تمدن کو تین حصوں میں بانٹا گیا ہے

Old Stone paleolithic age

(١) Lower paleolithic پرانے پتھر جگ کا ابتدائی زمانہ

(٢) Middle paleolithic یا Mousterian
پرانے پتھر جگ کا درمیانی زمانہ

(٣) upper paleolithic پرانے پتھر جگ کا آخری زمانہ

Lower paleolithic پرانے پتھر جگ کا ابتدائی زمانہ:- اس دور کو ذیلی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ان میں Pre-Chellean، Chellean، Acheulean شامل ہیں۔ قبل شلین اوزاروں میں تمام تمدنی عہد کے (coups-de-poing) اور بھدے قسم کے پتھر کے ہتھیار ملتے ہیں ان میں گرٹین سے تراشے ہوئے چاقوؤں کی تینوں کے قسم کے نمونے اور چھیلنے کے کام آنے والے بھدے ہتھیار نظر آتے ہیں۔ یہ پتھر زیادہ تر چقماق اور quartz کے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کی کلہاڑیوں سے مار مار کر انسان نے کچھ بھدے قسم کے ہتھیار تیار کر لیے تھے۔ بلجیم اور پیرس کی مختلف کھدائیوں میں ان ہتھیاروں کو برآمد کیا گیا ہے۔

شلین Chellean

فرانس کے شلین علاقہ کے کئی غاروں میں قبل شلینی و شلینی ہتھیار ملے ہیں ان دونوں میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا سوائے اسکے کہ شلین ہتھیار کچھ بہتر قسم کے ہیں۔ پچھلے ہتھیاروں کی بہ نسبت ان کی لانبائی زیادہ ہے اور بعض مرتبہ بہت نوکدار ہو گئے ہیں۔ کنارے کھردرے سے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے چقماق کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تراش دیئے جاتے تھے اور ان سے ہتھوڑیاں اور کھرپنے کے

کام آنے والے ہتھیار بنائے جاتے تھے۔ تھوڑے بہت یقین کے ساتھ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ کے انسان آگ پیدا کرنا اور آگ پر گوشت بھوننا جانتے تھے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ زیادہ تر برہنہ رہا کرتے تھے اور درختوں پر یا درّوں کے بیچ کی پناہ گاہوں میں سویا کرتے تھے

Acheulean اشیولین | سینٹ اشیول فرانس میں سب سے پہلے پتھر کے ہتھیاروں کے اور نمونے ملے ہیں۔

شیلی ہتھیاروں سے کہیں بہتر یہ ہتھیار دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے کنارے زیادہ صاف اور چکنے ہیں۔ اس زمانہ میں چوڑے اور انڈے کے نمونے کے ہتھیار بننے لگے ہیں جو بعد کے زمانہ میں بہت زیادہ نوکدار حالت میں ملتے ہیں۔ اس زمانہ میں ہم مڑی ہوئی پتھر کی ہتھوڑیاں و کلہاڑیاں (twisted coup-de-poing) اور اسی نمونہ کے ہتھیار بھی پاتے ہیں۔ ان کا نوکدار سرا آخری کونے پر کچھ مڑا ہوا دکھائی دیتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس قسم کے ہتھیار بنانے سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ پھینکنے کے ساتھ ہی بالکل سیدھے سے یہ ہتھکنڈے شکار کا کام تمام کر دے۔ کچھ آگے کے زمانہ میں بھونڈی و بادامی شکل کی کلہاڑی، چاقو اور تیر کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس زمانہ میں ہڈیوں سے بنائے ہوئے ہتھیار سوائے piltdown کے کہیں نہیں ملتے

موسٹیرین یا Middle paleolithic پتھر جگ کا درمیانی زمانہ۔ اس حصہ میں پتھر جگی انسان کے آثار کافی بڑے حصہ پر پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ برطانیہ، فرانس، اسپین، اٹلی، اتری افریقہ، جرمنی روسی پولینڈ، کروشیا، کریمیا اور Moravia

ایشیا عینار۔ زیادہ تر یہ ہتھیار غاروں میں ملے ہیں۔ یہ انسان مقامی پتھروں کو استعمال میں لاتا تھا۔ سردی کی وجہ اس زمانہ کا انسان زیادہ تر غاروں کو اور پتھریلی پناہ گاہوں کو گھر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ یہ پہلا موقع ہے جب کہ اس قسم کی قدرتی پناہ گاہیں انسان نے اپنے کام میں لائیں۔ پرانے تمدن کی طرح صرف چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں یا چقماق سے ہی یہ ہتھیار نہیں بناتا تھا بلکہ بڑے پتھروں کو لاکر اور انہیں چھیل چھیل کر چھوٹا کرتے ہوئے اپنے مقصد کا ہتھیار بنا لیتا تھا۔ اس کے علاوہ اس زمانہ میں ہڈیوں کے ہتھیار تو نہیں دکھائی دیتے مگر ایسی ہڈیاں ضرور ملی ہیں جن پر سوراخ، لکیریں اور آرے کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کندے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔ حسب ذیل نمونے کھدائیوں میں برآمد ہوئے ہیں۔

(۱) چھوٹی پتھر کی کلہاڑیاں (۲) پتھر کی ہتوڑیاں (۳) کھرچنے کے کام آنے والے ہتھیار (۴) کاٹنے کے کام آنیوالے ہتھیار (۵) نوکدار ہتھیار (۶) چاکو (۷) دو نوک والے ہتھیار (۸) بیلچا وغیرہ

Upper paleolithic age یا پرانے پتھر یگ کا آخری زمانہ:-

قبل تاریخی دور کے لحاظ سے یہ زمانہ بہت اہم ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ غاروں میں مختلف آرٹ کے نمونے ملتے ہیں جنہیں دیکھکر ہم صرف ان کی فنی قابلیت کی تعریف نہیں کرتے بلکہ وہ پردہ بھی ہماری آنکھوں سے ہٹ جاتا ہے جو قبل تاریخ و تاریخ کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ اس زمانہ کو دوبارہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

upper Paleolithic age

۴۔

Solutrean آرگنیشن، Aurignacian
سولوٹرین، Magdalenian میگڈالین۔

پرانے پتھر جگ کے آخری دور میں آرگنیشن کا زمانہ اس لئے اہم ہے کہ ایک نئی نسل تمدنی تہذیب پر حاوی ہوتی نظر آرہی ہے۔ فرانس میں یہ نسل شاید دکھن کی طرف سے آئی اور آخر میں برطانیہ تک و پچھم میں روس تک پھیل گئی۔ جرمنی اور اٹلی افریقہ میں بھی اس کی نشانیاں ملتی ہیں۔ اس زمانہ کے پتھر کے ہتھیاروں کی خصوصیت یہ ہے کہ لانبی اور موٹی پتھر کی پتیاں جیسے چاقو کے پھل جن کے ایک طرف یا دونوں جانب دندانے بنے ہوئے ہیں، کافی تعداد میں ملی ہیں۔ اصلی ہڈیوں کے ہتھیار اب نظر آنے لگتے ہیں خاص طور پر نوکدار ہڈیوں کے ہتھیار۔ ان کے ساتھ ساتھ ہاتھی دانت کے ہتھیار بھی ملتے ہیں۔

تقریباً پچیس ہزار سال پہلے Aurignac آریگنیک شہر کے غاروں میں بسنے والے یہ انسان سب سے پہلے فن کار ہیں۔ فرانسیسی غاروں میں ان کی بنائی ہوئی تصویریں اور پتھروں پر کھودی ہوئی مورتیاں ان کی مہارت کو ظاہر کرتی ہیں کہ جو کچھ وہ دیکھتے تھے معمولی سادہ لکیروں سے تصویر کاری میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے۔ سادہ قسم کے زیورات پہننے کا طریقہ بھی شاید ان میں رائج تھا۔ سیپیوں، مچھلی کی ریڑھ کی ہڈیوں، بارہ سنگھوں، لومڑیوں اور بھیڑیوں کے دانتوں میں سوراخ کرکے اور انہیں پرو کر پہنا جاتا تھا۔

پتھر اور ہڈیوں کے مختلف نمونے ایک اور مقام پر ملے ہیں۔ جو Solutre کے نام سے موسوم ہے۔ اسی نام پر اس زمانہ کو سولوٹرین

تمدن کا نام دیا جاتا ہے۔ اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ چھیل تراش کے ذریعہ چقماق اور دوسرے پتھروں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے علیحدہ کرکے اپنے منشا کے مطابق آلات بنا لئے جاتے تھے۔ ہڈیوں اور ہاتھی دانت کا استعمال بھی بڑھتا جاتا ہے۔ ہڈیوں کی سوئیاں، تیر اور نوکدار نیزے بھی کافی تعداد میں ملے ہیں۔ یورپ میں اس تمدن کے حدود بہت محدود معنوں میں ملے ہیں۔ ڈینیوب کے کنارے کنارے، وسطی فرانس، دکھنی انگلستان، اندی پورب اسپین کے کچھ حصوں میں بھی اس کی نشانیاں ملی ہیں۔

البتہ اس کے بعد کے دور یعنی میگڈلینین زمانہ میں ہڈیوں کے ہتھیاروں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں پتھر کے کام کو زوال آنا شروع ہو چکا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہڈیوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ فن کی ترقی کا خاص زمانہ ہے جب کہ غاروں کی دیواروں پر بڑے اچھے نمونہ کی تصویریں بنائی جا رہی ہیں۔ دندانے دار پتیوں کے علاوہ بارہ سنگھوں کے سینگوں سے ہارپون (ایک قسم کا ہتھیار) بنائے جانے لگے ہیں۔ کبھی ایک طرف تو کبھی دونوں جانب ہارپونوں کے دندانے بنے ہوئے ہیں۔ ان ہتھیاروں کی مدد سے شکار کرنے میں کافی آسانیاں پیدا ہو گئیں اور روزانہ کی زندگی میں کام آنیوالی اشیا میں اضافہ ہوا۔ Middle paleolithic age پتھر جگ کا درمیانی زمانہ ازی لیای تمدن کا ہے۔ یہ عیسیٰ مسیح سے بارہ ہزار سال پہلے کا زمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ دکھنی فرانس میں (Mas d Azil) کے

Azilian culture

مقام پر یہ تمدن برآمد ہوا ہے۔ اسی لئے اس کو ازی لیائی تمدن کہتے ہیں۔ ازی لیائی فنکاری کے اعتبار سے اپنے پیشروؤں سے بہت پیچھے ہیں البتہ شکار اور جنگ و جدل کے کاموں میں یہ کافی ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے چوڑے چپٹے ہار پونوں کی مدد سے جن کے پچھلے حصہ میں عام طور پر ایک سوراخ ہوتا اور دونوں طرف دندانے نکلے ہوتے، یہ شکار کرتے تھے۔ ہرن کے سینگ سے ہارپون بنائے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں ہاتھی دانت مفقود ہو چکے ہیں، ان کی جگہ ہرن کے سینگوں نے لی ہے۔ اب سوئیاں نہیں ملتیں۔ گھوڑے، جنگلی سور اور ریچھ کے دانت اب بھی سنگار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہڈیوں کے آلات و اوزار کے برعکس چقماق کے ہتھیار زیادہ عام ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے پتھر کے تراشے ہوئے ہتھیار، مثلث نما چوکونی ٹکڑے کافی تعداد میں ملتے ہیں جنھیں "Pygmy flints" "بچکانی چقماق" کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کے بنانے کی غرض و غایت کیا ہوگی، ٹھیک طور پر کہا نہیں جا سکتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان سے گوندنے کا کام لیا جاتا ہوگا۔ ازی لیائی عہد کے ختم ہونے کے ساتھ ہی پرانے پتھر جگ سے نئے پتھر جگ کی طرف ہم قدم بڑھاتے ہیں۔

نیا پتھر جگ: Neolithic age

نئے پتھر جگ کی چار خصوصیتیں اہم ہیں:

(۱) پالش کئے ہوئے چکنے قسم کے پتھر کے ہتھیار ...se of Polished ...plements

(۲) زراعت کی ابتداء ...Beginnings of Agriculture

(۳) گلہ بانی و جانوروں کو پالنے کا طریقہ۔ Domestication of Animals plants and

Neolithic Age

Pottery Making

کپڑا بنیا۔ تحریر کی ایجاد

زبان کی ابتدا۔

(۴) برتن سازی

(۱) پالش کیئے ہوئے چکنے قسم کے پتھر کے ہتھیار:- اسی زمانہ کے پتھر کے ہتھیار نہایت چکنے قسم کے اور پالش کئے ہوئے ہیں۔ دباکر اور تراشں کر ہتھیار بنانے کے علاوہ پتھر کے چورے سے ہتھیاروں کو رگڑتے ہوئے اور ان پر پالش کر کے انہیں چکنے اور ہموار بنانے کا طریقہ اب عام ہو چکا ہے۔ اسی زمانہ میں سخت قسم کے پتھروں کو بھی ہتھیار بنانے کے کام میں لایا جا رہا تھا جس کی وجہ سے ایسے ہتھیار زیادہ مضبوط اور پائدار ہوتے تھے۔

کاشت کی ابتداء اندازہ لگایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ہندوستان میں جنگلی کیلے کی کاشت ہوئی ہوگی، اس کے علاوہ دوسرے اناج کی کاشت دنیا کے مختلف مقامات پر ہو رہی تھی۔ جنگلی قسم کی پہاڑی گھاس اور گیہوں و بارلی کے بیج شاید سب سے پہلے بحر کیسپین کے پورب (خندق) میں کسی جگہ بوئے گئے ہونگے۔ معاشی اہمیت کے نقطہ نظر سے چاول، گوبھی، شلغم، مولی، چقندر، پیاز، سیم، مٹر، انگور، انجیر، کھجور، نارنگی، سیب، ناریل اور کپاس کی بڑی اہمیت تھی۔ کھانے کی اور چیزوں میں آلو، رتالو، ٹماٹر، تمباکو اور مکئی کی پیدا وار امریکہ میں ہو رہی تھی۔

تمام پرانے پتھر جگی انسان کئی قسم کے بیجوں والے پودے جمع کر تے تھے مگر انہوں نے ان پودوں کے اضافہ کرنے کا کبھی خیال بھی دل میں نہیں لایا تھا۔ پودوں کا مقصد ان کے نزدیک یہی تھا کہ غذا کو جمع کیا جائے اور اگر ان کی تعداد بڑھ جائے تو ان سے جادو ٹونا کیا جا ئے۔

نا اتفاقی سماجی حالات نے بیجوں کے انتشار اور پھیلاؤ میں مدد دی اور اسی زمانہ میں سب سے پہلے بیج بوئے گئے اور ساتھ ساتھ پودوں کو پانی پہنچانے کا انتظام کیا گیا۔ چونکہ کاٹنے کے کام آنیوالے آلات اور دبانے کے کام آنیوالے پتھر کے ہتھیاروں میں اضافہ ہوا، اس لئے کھیتی کو ترقی ہوئی۔ ان نئی ترقیوں کی وجہ سے آبادی میں بھی اضافہ ہوا، غذا کی فراہمی کی ضرورت محسوس ہوئی اور محنت مزدوری مچھلی کے شکار میں اضافہ ہوا۔ غرض اس زمانہ میں زراعت میں کافی تبدیلیاں ہوئیں کیونکہ سماج میں بھی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔

برتن سازی

جہاں کہیں ان پودوں میں اضافہ ہوا چاہے وہ پرانی دنیا ہو یا نئی دنیا، آبادی کی شرح میں اضافہ ہوا۔ زرخیز زمینات چند ایسے لوگوں کے قبضہ میں آگئیں جو مالدار سمجھے جاتے تھے۔ جو رقبہ جات بہت زرخیز تھے وہاں آبادی کی گنجانی میں اضافہ ہونے لگا۔ کئی لوگ کاشت کے سوائے دوسرے کاموں میں بھی لگے ہوئے تھے۔ مثلاً برتن وٹی سازی اور بننے وچمڑہ کھال کے کام اور بڑھئی و کشتی سازی، مچھلی پکڑنا اور گورنمنٹ کے کام و مذہبی ضروریات کی تکمیل وغیرہ۔ ان تمام ضرورتوں کی وجہ سے بہت سی نئی چیزوں کا انکشاف ہوا۔ مکان بنوائے جانے لگے۔ مالدار لوگوں نے فوج رکھنی شروع کی۔ لڑائیوں میں جو مجرم یا مفتوح لوگ گرفتار ہوتے، ان سے غلاموں کا کام لیا جاتا۔ اس کے بعد گاؤں کی تنظیم ہو گئی ذاتیں مقرر ہوئیں آبادی کے اضافہ کی وجہ سے شکار کا مشغلہ ماند پڑ گیا اور اس کی بجائے گلہ بانی شروع ہوئی۔ جانوروں کو پالنا،

ان کے دودھ اور چمڑوں کو اپنے اغراض کے لئے کام میں لانا اور ان سے سواری کا کام لینا اب زیادہ ضروری سمجھا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ پارچہ بافی کی صنعت کی ابتدا بھی ہوئی۔

دھاتوں کا جگ

تقریباً پانچ ہزار سال پہلے انسان کو تانبے کا علم ہوا۔ پتھر کی کلہاڑیوں سے مار مار کر خام تانبے کو پتھر سے علیحدہ کیا جاتا اور انہیں خوب کوٹا جاتا تھا۔ مٹی کی بڑی بڑی ہانڈیوں میں اس تانبے کو پگھلایا جاتا اور تب پگھلے ہوئے تانبے کو سانچوں کے ذریعہ الگ الگ شکل دے جاتی۔ آہستہ آہستہ انسان نے تانبے کے مختلف ہتھیار بنانے شروع کئے۔ ابتدا میں ان کی شکل پتھر کے ہتھیاروں کی سی تھی مگر بعد میں ان سے انسانی ضروریات کی اور چیزیں بھی بنائی جانے لگیں۔

ہتوڑے مار مار کر خام تانبے کو اسی طرح چپٹا بنایا جاتا تھا جس طرح سترویں صدی عیسوی تک اتری امریکہ کے انڈین کرتے تھے۔ بہت سا خام تانبا جزیرہ Cyprus سے آتا تھا جس کی وجہ اس عہد کو Cyprolithic یا Copper age کا نام بھی دیا جاتا ہے بعض لوگ اس عہد کو Chalcolithic (یونانی لفظ ChalKos یعنی تانبا اور Lithos یعنی پتھر) بھی کہتے ہیں۔

تانبے کی دریافت کے بہت جلد بعد کانسہ کا علم ہوا لگ بھگ ۳½ ہزار برس پہلے انسان نے کانسہ کی دھات بنالی۔ تانبا جگ چند صدیوں سے زیادہ نہیں جاری رہ سکا۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ کانسہ کی جانکاری اتفاق سے ہوئی۔ ممکن ہے کہ ایسے پہاڑ جہاں ایک طرف تانبے کی اور دوسری ٹین کی ہوگی، خام تمدنی انسانوں کے چولہوں کے لئے استعمال میں لائی گئی ہو اور دونوں دھاتیں پگھلنے کے بعد بہہ کر نیچے جاکر جم گئی ہوں اور اس طرح خود سے ایک نئی دھات بن گئی ہو۔ انسان کے لئے یہ ایک بڑے تعجب کی بات تھی کہ ایک مضبوط، نہ زنگ نہ کھانیوالی دھات معلوم ہوگئی۔ رفتہ رفتہ پتھروں سے دباکر چیزیں بنائی جانے لگیں۔ کانسہ کی تلواریں، چپٹی دھار کی تلواریں، دو دھاری تلواریں، جیسے نیزے وغیرہ عہد وسطی میں استعمال میں آتے تھے۔ اس زمانہ کا انسان ان ہتھیاروں کو کھلی لڑائی کے کام میں لاتا تھا۔ اس کے بعد لڑائی کے اور ہتھیار و آوزار بنے۔ زرہ بکتر cuirass اور shield helmet۔ کانسے کے استرے بھی بڑی تعداد میں ملے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بال بنانے کا طریقہ شروع ہو چکا تھا۔ بہرحال کانسہ جگ ۲۵۰۰ ق۔م سے یورپ میں شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتدا سے دنیا کے بڑے تمدن اپنے انتہائی عروج کو پہنچتے نظر آتے ہیں۔ کریٹ، یونان، مصر بابل کے ابتدائی بادشاہتیں اور ہومری عہد کا تعلق بھی اسی جگ سے ہے۔

لوہا جگ دو سو ڈھائی سو برس بعد لوہا استعمال میں آنے لگا۔ ۱۴۰۰ ق۔م میں مصر میں یہ دھات عام ہو چکی تھی۔ پانسو ۵۰۰ سال بعد یعنی ۹۰۰ ق۔م میں یورپ میں بھی استعمال

میں آنے لگا تھا۔ ہندوستان میں بھی ویدوں کے جگ میں لوہے کا استعمال شروع ہو چکا تھا کیونکہ ویدوں میں
ایّس کا شبد استعمال ہوا ہے جس کے معنی فولاد یا لوہے کے ہوتے ہیں۔ بہرحال لوہا جگ کا تعلق قبل تاریخ سے نہیں۔ تاریخ کا ہر طالب علم، یونان، مصر، روم، ہندوستان اور مشرق قریب کی تاریخ سے واقف ہے۔ کھدائی پڑھائی اپنے عروج کو اسی زمانہ میں پہنچی۔ صرف دیواروں، پہاڑوں اور چکنی مٹی پر ہی نہیں بلکہ کھالوں اور پتوں پر بھی لکھی ہوئی عبارتیں ملتی ہیں۔ اس جگ کے ابتدائی زمانہ میں یونان، مصر، روم، سومیریا اور ہندوستان جیسے مراکز کافی مشہور رہیں۔ یہاں مختلف فنون کو ترقی ہوتی نظر آتی اور بعض علوم جیسے ریاضی، فلکیات اور فلسفہ کافی اہمیت حاصل کر چکے تھے۔ غرض لوہے کی دریافت کے ساتھ ہی انسانی تمدن میں بھی ایک عظیم انقلاب آیا۔ لوہے نے نت نئے کرشمے دکھائے۔ آج کا نیا دور اسی دھات کا رہین منت ہے۔

ہندستان تاریخی آثار کے لحاظ سے کافی دولتمند ہے۔ یورپ اور افریقہ کی طرح یہاں بھی پرانے پتھر جگ اور نئے پتھر جگ کی کئی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔ مدھیہ پردیش میں مہادیو پہاڑیوں کا جو سلسلہ چلا گیا ہے، یہاں پرانے اور نئے پتھر جگ کے درمیانی زمانہ کے مختلف نمونے کے پتھر کے ہتھیار ملے ہیں۔ خود حیدرآباد ریاست کے دکن پوری

حصہ میں، میسور، مدھیہ بھارت اور سندھ، گجرات و پنجاب کے بعض مقامات پر پرانے پتھر جگ کے تبر، کلہاڑیاں اور چاقوؤں کے قسم کے کئی ہتھیار برآمد ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ایہرن فیلس کے خیال میں ہندوستان میں مدراس کا تمدن سب سے قدیم ہے کیونکہ یہاں پر یورپ کی طرح
Coup-de-poing صنعت کافی ترقی پر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرانے پتھر جگ کا تمدن زیادہ تر دکنی ہندوستان پر پھیلا ہوا ہے۔ یہیں سے شاید یہ تمدن پنجاب کی وادی سوہان تک پھیل سکا اور بہت ممکن ہے بعد کے زمانہ میں ہی ہندستان کے پوربی بھاگوں پر آباد ہو کر نئے پتھر جگ کے تمدن کو پھیلانے کا موقع مل سکا۔

The Scientific concept of Race

باب (۴)

انسانی نسلیں (Races of Mankind)

نسل کا مسئلہ موجودہ زمانہ میں سیاسی، تمدنی اور کچھ مذہبی اعتبار سے بھی بہت زیادہ اہم بن گیا ہے۔ سماجیاتی اور انسانیاتی نقطہ نظر کے ماننے والوں کے خیال میں یہ نسلی بھید اور فرق نہ صرف ایک نزاعی نوعیت رکھتے ہیں بلکہ ان کے پیچھے خود مرکزیت یا (ethnocentrism) کا جذبہ بھی کام کرتا ہے۔ انسانیاتی اور نسلیاتی معنوں میں، نسل کا مسئلہ ایک حیاتیاتی مسئلہ ہے۔ حیوانوں کے درمیان انسان کی کیا حیثیت ہے، کیونکہ خونی نسل سے انسانی شکل و شباہت میں خاص تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، ان سوالوں کے جواب یا تو ہمیں انسانیات و نسلیات میں ملتے ہیں یا علم اناٹومی میں۔ جب کبھی نسلوں یا جاتیوں کی بات ہم کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارا یہ فرض ہوتا ہے کہ انسان کی ان ظاہرہ خصوصیتوں کو دیکھیں جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ سماجی اور تمدنی، فطرت اور کردار، عقل اور ذہن کے اعتبار سے چاہے انسانوں انسانوں میں کتنا ہی فرق کیوں نہ ہو مگر جب ظاہرا خصوصیتوں یعنی انسانی شکل و صورت، قد و خال، رنگ روپ کو بغور دیکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انیس بیس کا فرق ہی ہے۔ اسی لئے ہزاروں میل

کے فاصلہ کے باوجود انسانوں انسانوں کی شکل وشباہت میں کچھ اس قسم کی یکسانیت نظر آتی ہے جو نسلی اعتبار سے انہیں ایک ہی گروہ بندی میں شامل کردیتی ہے۔ یہ دوسرا سوال ہے کہ اتنے بڑے فاصلہ کے باوجود کیونکر ان کی شباہت میں یکسانیت ہے مگر بڑا اہم نکتہ یہ ہے کہ کیونکر خاص مقامات پر خاص قسم کے جسمانی خصوصیتیں رکھنے والے لوگ نظر آتے ہیں۔ یہ جسمانی خصوصیتیں انہیں اپنے آباواجداد سے ورثے میں ملتی ہیں اور یہی انہیں اپنے نسلی رشتہ میں منسلک کردیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسل سے مراد ہم ایسے افراد کے مجموعہ سے لیتے ہیں جن میں جسمانی خصوصیتیں، جنھیں انہوں نے اپنے آباواجداد سے ورثے میں حاصل کیا ہے عام ہوں۔

نسلی پہچان کے لئے طبعی انسانیات یا نسلیات کے طالب علم کو چند خاص خصوصیتوں کو دھیان میں رکھنا پڑتا ہے۔ ایک طریقہ تو وہ ہے جس میں ناپنے اور حسابی عمل کرنے کے بعد نسلوں کے فرق کو معلوم کیا جاتا یا نسل کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس کو definitive یا قطعی قسم کا طریقہ کہتے ہیں۔ مثلاً سر کی چوڑائی اور لانبائی کو ایک دوسرے سے تقسیم کرکے اور سنو سے ضرب دیکر سفالک انڈکس (cephalic index) نکالا جاتا اور سر کے گول، لانبے یا متوسط ہونے کا یقین کرلیا جاتا ہے۔

$$\text{سفالک انڈکس} = \frac{\text{سر کی چوڑائی}}{\text{سر کی لانبائی}} \times 100$$

عام طور پر متوسط درجہ کے سر Mesocephalic کا سفالک انڈکس ۷۵ سے ۷۹ء۹ کا ہوتا ہے

اسی طرح گول سر یعنی brachycephalic
کا سفالک انڈکس ۸۰ سے ۹ء ۸۴ کا ہوتا ہے اور
لانبے یا تنگ سر dolichocephalic
کا سفالک انڈکس ۷۵ سے کم کا ہوتا ہے۔
اسی طرح ناک کی چوڑائی واونچائی کے تعلق سے nasal index
ناسال انڈکس معلوم کیا جاتا ہے۔

ناسال انڈکس = $\frac{\text{ناک کی چوڑائی}}{\text{ناک کی اونچائی}} \times 100$

دوسرا طریقہ جو indefinite method یا غیر قطعی طریقہ
کے نام سے موسوم ہے نسلوں کی ظاہرا خصوصیتوں پر زیادہ زور دیتا
ہے۔ انسانی قد، چمڑے کا رنگ، آنکھوں کا رنگ اور آنکھوں کی بناوٹ
سر کے بالوں کی بناوٹ، جسم پر بالوں کا کم یا زیادہ ہونا، ہونٹوں کی
موٹائی اور پتلاپن، ناک کی لانبائی، چوڑائی یا چپٹاپن، پپوٹوں
کی بناوٹ وغیرہ۔
ایک تیسرے طریقہ میں "blood groups" خونی
گروہ بندیوں کا اندازہ لگاتے ہوئے معلوم کرتے ہیں کسی انسانی گروہ
کا تعلق کونسی خاص خونی گروہ بندی سے ہے۔ اس قسم کے چار گروہ
بندیاں قائم کی گئی ہیں۔ او (O)، اے (A)، بی (B)، ۔
اے بی (AB)۔ اس طریقہ سے یہ معلوم کرنا بہت آسان
ہوگیا ہے کہ کہاں تک ایک خاص انسانی گروہ دوسری نسل سے

میل کھا چکا ہے۔ ان ہی بنیادوں پر تحقیقوں کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا کی کوئی نسل "اصلی" نہیں کہلائی جا سکتی۔ ہر نسل کا کسی نہ کسی دوسری نسل سے خونی میل ہو چکا ہے۔ اس لئے لوگوں کے "اصلی خون" اور "نسلی برتری" کے دعوے غلط، بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔

نسلی تقسیم

پوری دنیا کے آدمیوں کو تین بڑے نسلی گروہوں میں بانٹا گیا ہے۔ یورپی، منگولوی اور نیگروی۔ یورپی نسل کو (Caucasoid) کاکیشائڈ یا قفقازی نسل کا بھی نام دیتے ہیں۔

یورپی یا کاکیشائڈ نسل

اس کو دوبارہ چار ذیلی نسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) یا رومی نسل Mediterranean

اس گروہ میں دکھنی یورپی اور اتری افریقی (جن میں نسل کے لوگ بھی آجاتے ہیں)، شامل کئے جاتے ہیں۔ اس نسل کے لوگوں کا قد چھوٹا، گٹھیلا بدن، زیتونی رنگ، ہلکے بھورے رنگ کے لہری بال اور بھوری کالی آنکھیں، لانبا سر، چھوٹا اور بیضوی قسم کا چہرہ اور چھوٹا سا ہونہ ہوتا ہے۔ یہ گروہ رومی جزیروں، دکھنی فرانس، اٹلی اور ویلز کے پچھمی حصوں اسپین، مراکو اور پوربی جانب ہندوستان تک پھیلا ہوا ہے۔

(۲) الپینی نسل Alpine race اس میں یورپ کے گول سروں کی اکثریت شامل ہے۔ یہ گروہ فرانس کے مدھیہ بھاگ سے لیکر

سویٹزرلینڈ، زیکوسلواکیہ، بلقان کے دکھنی بھاگ، سوئیٹ اتحاد کے پوربی حصہ اور اتری پچھمی افریقہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس گروہ کے کسی بھی فرد کو چن کر دیکھیں تو حسب ذیل خصوصیتیں نظر آتی ہیں۔ گہرا سفید رنگ، بھورے لہری بال، بھوری آنکھوں پر گہری بھنوئیں جسم پر گھنے بال، چوڑا چہرہ، کبھی کبھی موٹی گردن اور متوسط سے لیکر ایک اچھا گٹھیلا بدن، آسٹریا کا باشندہ اس کی ایک اچھی مثال ہے۔

(۳) نارڈی گروہ Nordic race اسکنڈی نیویا، اتری جرمنی، ہالینڈ اور بلجیم کے حصوں میں یہ نسل پھیلی ہوی ہے گریٹ برٹین، متحدہ امریکہ اور برٹش کالونی میں بھی نارڈی عنصر بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ ایک لانبا سویڈی جس کا رنگ اور جس کے بال ہلکے بھورے رنگ کے ہوتے ہیں، جس کی آنکھیں نیلی یا ہلکی بھوری لانبا سر، چہرہ پر اونچی نیلی ناک اور چھوٹی ٹھوڑی ہوتی ہے، اس نسل کا بہت اچھا نمونہ ہے،

ڈناری نسل (Dinaric race) یورپ کے ڈناری پیتوں کے نام پر رکھی گئی ہے۔ اس نسل کے لوگ مدھیہ یورپ میں فرانس سے لیکر وینا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا قد لانبا، گٹھیلا بدن، لانبی ٹانگیں نسبتاً موٹے ہونٹ، ہلکے بھورے رنگ کی آنکھیں، موٹی گردن اور کالے ولہری بال ہوتے ہیں۔

منگولوی نسل

منگولوی نسل کے لوگ پیلے یا بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان میں سیدھے یا لہری بال، چوڑے

چپٹے چاند نما چہرے، گالوں کی ہڈیاں اونچی، ناک چھوٹی اور چپٹی قد چھوٹا، سر چوڑا، کالے بھورے رنگ کی آنکھیں، معمولی طور پر موٹے ہونٹ، گول ٹھوڑی، چہرے اور جسم پر بہت کم بال، ہوئیں چھوٹی یا بلکل معمولی سی ہوتی ہیں۔ بعض منگولوں کی آنکھ کے اوپر کے پپوٹے اندر کو مڑے ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیت ایشیائی منگولیوں میں زیادہ اور بشمن ہوٹنٹوٹ میں نسبتاً کم دکھائی دیتی ہے۔

منگولوں کی نسل تین بڑے ذیلی گروہوں پر مشتمل ہے۔

(الف) قدیم ایشیائی palеasiatics (ب) جدید ایشیائی Neoasiatics اور (ج) Indonesian Malays ہند ملائی۔

(الف) یورپی سائبیریا کی، لگ بھگ ایک لاکھ آبادی اس گروہ سے متعلق ہے۔ چالیس ہزار سے بھی زیادہ اسکیمو اور کئی ہزار امریکی انڈینوں کا شمار بھی اس ذیلی نسل میں ہوتا ہے۔ یورپیوں کے آباد ہونے سے پہلے، امریکہ میں وہ آدی باسی بستے تھے جنھیں کولمبس نے انڈینوں کا نام دیا تھا۔ تاریخی نقطہ نظر سے وہی حقیقی امریکی ہیں۔ اس کے علاوہ ابھی حال حال تک کوئی ایسا آثار باقی مواد نہیں مل سکا جو اس بات کو ثابت کر سکے کہ انڈینس سے پہلے دنیا کو شاید ۱۵۰۰۰ سال پہلے آباد کیا۔ بہت ممکن ہے۔ اس سے پہلے وہ یہاں پر بسے ہوئے ہوں۔ بہرحال مختلف اوقات میں وہ یہاں آکر بس گئے۔ چھوٹے چھوٹے گروہ بیرنگ آبنائے (اسٹریٹ)، کو پار کر کے غذا کی کھوج میں یا دوسرے قبیلوں سے ہار مان کر یہاں بسنے پر مجبور ہوئے ہوں۔

دکنی اور پوربی طرف سفر کرتے ہوئے وہ انٹر مدحیہ اور دکنی امریکہ میں پھیل گئے۔

(ب) Neoasiatics مدحیہ پوربی ایشیائی منگولوئیڈ میں جاپان، کوریا اور چین کے لگ بھگ ساٹھ کروڑ باشندے اور قرب و جوار کے کئی کروڑ باشندے شامل سمجھے جاتے ہیں۔ بعض مقامی تبدیلیوں کے باوجود چینیوں، کوریائیوں اور جاپانیوں میں جسمانی خصوصیتوں کے اعتبار سے کافی مشابہت ہے۔ ان ہی لوگوں میں منگولوئیوں کی سب سے زیادہ اہم خصوصیت آنکھ کے پپوٹوں کا اندر کو مڑا ہوا ہونا epicanthic fold نظر آتا ہے۔

(ج) Indonesian Malays دس کروڑ سے زیادہ تعداد میں دکنی پوربی ایشیا اور اس سے ملحقہ پلیشیا کے علاقوں میں آباد ہیں۔ ان سبھوں میں دکنی یورپ کے بگیوں کی سی خصوصیتیں ملتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکنی پوربی ایشیائی منگولوی علاقوں میں جب کھیتی کرنے کے طریقوں کو ترقی ہوئی اور دولت میں اضافہ ہوا تو بگیوں کی طرف سے توطن شروع ہوا۔ نتیجہ کے طور پر دو منگولوی گروہ وجود میں آئے۔ ایک جس کو پیرو تو ملائے یا انڈونیشائی کہتے ہیں اور دوسرا جس کو Deutero-Malay یا ملائی کہتے ہیں۔ ان علاقوں کے علاوہ برما، تبت، آسام، ملایا، انڈو چین میں بھی منگولوی نسلی خصوصیتیں رکھنے والے لوگ پھیلے ہوئے ہیں۔

نیگرو نسل ۔ یہ نسل افریقہ اور سمندرستان پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس نسل کا قد اوسط قسم کا ہوتا ہے لانبے ہاتھ، ٹانگیں

چھوٹی، سر لانبا اور تنگ، ناک چپٹی اور موٹے ہونٹ، کان چھوٹے جس میں عام طور پر لو لکی مفقود ہوتی ہے، کالی آنکھیں اور کالے اونی بال ہوتے ہیں۔ اس نسل کو بھی چار ذیلی نسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) جنگل میں بسنے والے نیگرو جو پچھمی افریقہ اور کانگو کے جنگلوں میں بستے ہیں اس کی مثال Tschi Ewe قبیلے کے لوگ ہیں (ب) دوسرا گروہ نلوٹک Nilotic Negro نیگروں کا ہے۔ یہ لوگ اتر پوربی افریقہ اور لیک ریجین میں پھیلے ہوئے ہیں جیسے ڈنکا اور شلوک قبیلے۔ (ج) سمندرستانی نیگرو Oceanic ان میں ملانیشیا، پاپودان، نیوگنی، فجی اور تسمانیا میں آباد پرانی مٹی ہوئی تسمانوی نسل کے لوگ شامل ہیں۔ (د) چوتھی قسم نیگریٹو پگمیوں کی ہے۔ یہ کانگو، نیوگنی کے اندرونی حصہ میں، فلپائن اور انڈمان، ملایا کے جزیروں پر آباد ہیں۔ یہ بہت چھوٹے قد کی نسل ہے۔ کالے گچھے دار بال، بلساٹ لیا ہوا پیلا رنگ، گول سر، چھوٹا مگر چوڑا چہرہ موٹے ہونٹ، چوڑی جڑ میں دبی ہوئی ناک اور چھوٹی ٹانگیں مگر لمبے ہاتھ اس نسل کی خاص علامتیں ہیں ملیشیا میں بھی اس نسل کے لوگ آباد ہیں۔ اس کی مثالیں افریقہ کے بمبوتی، فلپائن کے ایٹہ Aeta، ملایا جزیرے کے سامنگ Semang جاتی کے لوگ ہیں۔

آسٹریلوی نسل

یورپی، منگولوی اور نیگروی نسل کے علاوہ ایک اور نسل اپنی خاص خصوصیتوں کے اعتبار سے بالکل علیحدہ گروہ بناتی ہے۔ اس کو آسٹریلائیڈ یا آسٹریلوی نسل کا نام دیتے ہیں۔ یہ آسٹریلیا کے بر اعظم پر پھیلی ہوئی ہے۔ آسٹریلیا سب سے چھوٹا

براعظم ہے جس کا رقبہ تقریباً متحدہ امریکی ریاستوں کے برابر ہے عام طور پر یہاں کے تمام قدیم باشندوں کی خصوصیتیں سوائے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک ہی قسم کی ہیں۔ آثار یاتی مواد اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ انسان یہاں بہت قدیم زمانہ میں آکر بس گیا ہوگا۔ اور ایک زمانہ تک بیرونی اثرات سے بچا رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں بہت کم تبدیلیاں پیدا ہو سکیں۔ سنہ ۱۶۰۶ کے بعد جب کہ یورپی یہاں آکر بسنے لگے تو ان میں بھی تبدیلیاں ہونے لگیں۔ آسٹریلیا کے آدی باسی، ہندوستان کے وندھیا پردیش اور دکنی بھارت کی آدم جاتیاں جیسے بھیل اور چنچو اور سیلون کے ویڈاوں کا شمار اسی نسل میں ہوتا ہے۔ اوسط یا چھوٹا قد، لہری یا گھنگرالے بال، چاکلیٹی رنگ، موٹی و پھیلی ہوئی ناک، موٹے ہونٹ اور لانبا سر اس نسل کی اہم خصوصیتیں ہیں۔

ہندستان کی نسلیں

"تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہندستان اپنی قدرتی پناہ گاہوں اور سرحدوں کے باوجود قدیم زمانہ ہی سے مختلف نسلوں کی آماجگاہ بنا رہا ہے یہاں کی دولت انہیں یہاں کھینچ لائی ہو یا اونچی سنسکرتی کا نام سن کر آئے ہوں۔ بہر حال مختلف نسلی و انسانی گروہوں نے ہر زمانہ میں اس کو اپنا گھر بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ایک طرف تینوں اہم نسلیں نظر آتی ہیں تو دوسری طرف نسلوں کے باہمی ربط اور خونی میل کی مثالیں بھی کم نہیں ملتیں

ایک عرصہ تک یہاں کی نسلیاتی تقسیم کا مسئلہ تاریکی میں رہا۔ کوئی باضابطہ سائنٹیفک تحقیق اس پر نہیں ہو سکی۔ شری ہربرٹ رزلے H. H. Risley نے سب سے پہلے سائنٹیفک طور پر یہاں کی آبادی کو تقسیم

کرنے کی کوشش کی۔

رزلے Risley کے اعتبار سے ہندستان کی نسلیاتی تقسیم۔

انڈمان کے نیگریٹو جاتی کو چھوڑتے ہوئے وہ یہاں کی آبادی کو سات بڑے گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ترکی۔ ایرانی ہندی آریائی، سیتھو دراوڑی، آریائی دراوڑی، منگولوی دراوڑی، منگولوی اور دراوڑی۔ (۱) ترکی ایرانی نسل پاکستان کے سرحدی صوبوں اور بلوچستانی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ صاف رنگ، لانبا قد، کالی آنکھیں (بعض مرتبہ بھوری بھی) بہت لانبی تنگ ناک اور گھنی داڑھی ان میں عام نظر آتی ہے (۲) ہندی آریائی نسل پنجاب کے پوربی حصہ اور راجپوتانہ و کشمیر میں پھیلی ہوئی ہے۔ لانبا قد، لانبا سر، واضح مگر تنگ ناک، کھلا رنگ اور آنکھوں کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ راجپوت، جاٹ، کھتری ذات کے لوگ اس کی اچھی مثال ہیں۔ (۳) سیتھو دراوڑی اوسط قد کے لوگ ہوتے ہیں جن کا کھلا رنگ ہوتا ہے اور لانبی ناک اور جسم پہ بہت کم بال ہوتے ہیں۔ یہ سیتھیوں اور دراوڑیوں کی ملوان نسل ہے جو مدھیہ پردیش کے پہاڑی علاقوں، سوراشٹر اور کورگ میں پھیلی ہوئی ہے (۴) چوتھی یعنی آریائی دراوڑی نسل کا کبھی کالا اور کبھی ہلکا بھورا رنگ ہوتا ہے۔

دراوڑیوں اور ہند آریاؤں کی یہ ملوان نسل اتر پردیش، راجپوتانہ اور بہار میں پھیلی ہوئی ہے (۵) منگولوئیوں اور دراوڑیوں کی ملوان نسل میں عام طور پر کالے رنگ کے لوگ ہوتے ہیں۔ سر گول، چہرے پہ کافی بال، اوسط قسم کی ناک اور قد بھی اوسط درجہ کا ہوتا ہے۔

بنگال، اوڑیسہ کے برہمنوں، کایستھوں اور بنگالی مسلمانوں میں اس نسل کی خصوصیتیں نظر آتی ہیں (۶) منگولوی النسل کے لوگ جن کے سر چوڑے، چپٹے چہرے، جسم کا رنگ کالا یا گہرا پیلا، جسم پر بہت کم بال اور متوسط یا چھوٹا سا قد ہوتا ہے۔ نیپال، آسام اور برما میں یہ پھیلے ہوئے ہیں۔ (۷) دراوڑی تقریباً سب کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ آنکھیں کالی قد بہت چھوٹا، گھنگھریلے بال، لانبا سر اور ناک بہت چوڑی اور جڑ میں دبی ہوتی ہے۔ وکینی آتے ہیں۔ اس کی اچھی مثال مدراس کا بنین اور چھوٹا ناگپور کے سنتھال قبیلہ کا ایک آدمی ہے۔

رزلے نے سات گروہ ہندیاں تو ضرور بنائیں مگر ان میں وہ تین یعنی دراوڑی، ہندی آریائی، اور منگولیوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے اس خیال کو آج مانا نہیں جاتا مگر پھر بھی اس تقسیم کو اس اعتبار سے مقام دیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی نسلی تقسیم کے سلسلہ میں انہوں نے پہل کر کے دوسروں کے لئے مزید تحقیق کا میدان پیدا کر دیا۔

اے۔سی۔ہیڈن کی رائے

ان کے علاوہ اے۔سی۔ہیڈن A.C. Haddon نے بھی ایک اعتبار سے تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ ان کے خیال میں تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے (۱) قبل دراوڑی (۲) دراوڑی (۳) ہندی آریائی (۴) ہندی الپینی (۵) منگولوی۔ ان کا کہنا ہے کہ قبل دراوڑی نسل کے لوگوں کی نشانیاں آج بھی جنگل کے آدم جاتیوں یا خام تمدنی قبیلوں میں نظر آتی ہیں۔ دراوڑی پہلے پچھمی بنگال کے گنگا کی

وادیوں میں رہتے تھے اور بعد میں خانہ بدوشی کی حالت میں چھوٹا ناگپور میں آباد ہو گئے۔ ان کے بعد آریا آئے جو پنجاب میں بسے رہے۔ یہ آگے اس لئے نہیں بڑھ سکے کیونکہ راجپوتانہ کا ریگستان بیچ میں حائل تھا۔ پورب میں جنگل ہی جنگل تھے اس لئے ادھر کا رخ بھی انہوں نے نہیں کیا۔ البتہ جمنا و گنگا کی وادیوں میں آباد ہو گئے۔ اسی طرح الپینی بھی آئے۔ ٹھیک ٹھیک نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ کیونکر یہاں آ سکے بہر حال ان کے بعد Indo-Chinese یا ہندی چینی تبت و برما کے راستہ ہندستان کے پورب میں آباد ہو گئے۔

ہیڈن کا نظریہ بھی عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کہ اس نظریہ کی روشنی میں آگے سائنٹیفک تحقیق میں بڑی مدد ملی۔

ڈاکٹر ہٹن کی رائے

ڈاکٹر ہٹن نے بھی اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہاں نیگرو نسل آباد تھی۔ لیکن اس کے بہت کم اثرات اب یہاں باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد پروٹو آسٹریلیڈی proto-Australoid نسل آئی۔ پھر پوربی یورپ سے رومی نسل آئی جو چونکہ زیادہ مہذب تھی اور دھاتوں کے استعمال سے واقف اس لئے اس نے اپنے قدم یہاں جما لئے۔ اسی کا تعلق شاید وادی سندھ کے تمدن سے ہے۔

بیرن وان آکسٹیڈ کی رائے

بیرن وان آکسٹیڈ بھی ویڈیڈ، ملانیڈ اور انڈیڈ کے نام سے نسلی تقسیم کرتے ہیں اور ان تینوں گروہوں کی ذیلی تقسیم بھی انہوں نے کی ہے جو ٹھیک تو معلوم

ہوتی ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ نامکمل سی ہے اور غیر سائنٹیفک بھی۔

ڈاکٹر بی۔ ایس گوہا کی رائے

سب سے آخر میں ڈاکٹر بی ایس گوہا کی ہوئی نسلیاتی تقسیم ہے جو ایک اعتبار سے ٹھیک معلوم ہوتی ہے اور جس کو عام طور پر تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔ یہ آٹھ گروہوں میں ہندوستان کی آبادی کو تقسیم کرتے ہیں (۱) نیگریٹو (۲) پروٹو آسٹرولائیڈ (۳) منگولائیڈ (۴) رومی (۵) پچھمی الپائنائٹس (۶) ڈینارک (۷) آرمینائیڈ (۸) نارڈک۔

ان میں پہلی چھ نسلوں کو وہ اہمیت دیتے ہیں۔ ڈاکٹر گوہا کا خیال ہے کہ نیگریٹو نسل پہلے ہی سے ہندستان میں تھی مگر آہستہ آہستہ ترقی یافتہ نسلوں کے آنے کے ساتھ ساتھ یہ باقی نہیں رہ سکی۔ اس کی کچھ علامتیں ٹراونکور کے کادر اور پلاین قبیلہ کے لوگوں میں اور آسام کے انگامی ناگاؤں میں نظر آتی ہیں۔

پروٹو آسٹرولائیڈ نسل میں آسٹریلوی نسل کی خصوصیتیں عام ہیں۔ گونڈ، اراون، چنچو اور بھیل شاید اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

منگولوی نسل کے لوگوں میں پوربی ہندستان خاص طور پر پوربی بنگال اور آسام کے بعض خام تمدنی قبیلے مثلاً ناگا، بوڈو وغیرہ داخل ہیں۔

باقی پانچ نسلیں یوروپی نسل کی شاخیں ہیں جو مختلف زمانوں میں ہندستان میں آکر آباد ہو گئیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندستان کی آبادی کی اکثریت میں ان ہی یوروپی نسل کی خصوصیتیں زیادہ ہیں

Economic Organization

باب (۵)

انسانی تہذیب کی معاشی بنیاد ہیں

(Economic Foundations of Human Culture)

سماجی انسانیات کے ماہر ٹائلر، فوریر، مارگن اور طریبر پورے انسانی تمدن کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) savagery یا وحشی تمدن کا دور (۲) barbarism یابربریت کا دور اور (۳) civilisation یا تہذیبی دور اس آخری دور سے ہمارے مضمون کا تعلق نہیں کیونکہ اس سے ہم سب اچھی طرح واقف ہیں۔ اس لئے ہم پہلے دو ادوار پر ہی روشنی ڈالینگے۔

وحشی تمدن کے دور کو ہم پھر تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جبکہ انسان پتھر کے ہتھیار بنانے کی پہلی کوشش اور آگ کی دریافت میں لگا ہوا تھا اور ابھی اس نے پوری طرح بات چیت کرنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ اس قسم کی کوئی نسل اب نظر نہیں آتی۔

آہستہ آہستہ انسان نے پتھر کے بھدے ہتھیار بنانے شروع کئے اور ان سے وہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کو مارنے لگا۔ انسانی تمدن کا یہ ایسا زمانہ تھا جب کہ انسان غاروں میں رہتا تھا یا درختوں پر یا وادیوں میں پناہ لیتا تھا۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ چرند اور پرند کو پکڑنا یا مارنا بھی اس کے لئے کتنا مشکل ہوگا۔ اسی وجہ سے اس کی زندگی کا گذارہ زیادہ تر پھل پھول، جڑی بوٹی، گڈوں اور تنوں پر ہوتا تھا۔ سویرے سویرے انسانوں کی ٹولیاں کھانے کی چیزوں کی تلاش میں نکل جاتیں اور جو بھی انہیں مل جاتا لے آتیں تحقیق کی جائے وہ جڑی بوٹیاں ہوں، چرند، پرند، انڈے، جھینگے یا گھونگھے، آسٹریلیا کے خام تمدنی قبیلے، آفریقہ کے پگمی اور بشی مین، سیلون کے ویڈا، ٹیرا ڈی فیوگو کے باسیان انڈمان اور قطبین کے علاقہ کے اسکیمو نسل کے لوگ اب بھی تمدن کی اسی سطح پر زندگی گذار رہے ہیں بھارت میں بھی ایسی کئی نسلیں ہیں جو غذا اکٹھا کرنے کے ساتھ ساتھ شکار کرتی یا شہد جمع کرتی ہیں۔ حیدرآباد کی ریاست کے محبوب نگر ضلع میں بسنے والے "چینچو" جنگل کے غذائی اجناس اکٹھا کر کے زندگی گذارتے ہیں۔ چینچو مرد عورتیں اپنی لڑکیوں اور بیٹوں کو لے بہت سویرے غذا کی کھوج میں نکل جاتے ہیں۔ عام طور پر مرد اپنی تیروں

سے کسی پرند کا شکار کر لیتے یا کبھی کبھی پانی میں زہر ملا کر مچھلیوں کو پکڑ تے ہیں اور عورتیں گڈّوں کو کھود لاتی یا شہد جمع کرتی ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ مستقبل کا کبھی خیال نہیں کرتے اور نہ تو غذا کو جمع کر کے ہی رکھتے ہیں۔ وہ قدرت کی آس لگائے روز آنہ اپنی زندگی کی کشمکش میں لگے رہتے ہیں۔ سنتھال، اکادر، ارناڈن اس دور کی اچھی مثالیں ہیں۔

"Hunting"

شکار دوسرا ذریعہ جس سے قدیم زمانہ کا انسان اپنی اور اپنے خاندان والوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا شکار تھا۔ شکار دنیا کا سب سے قدیم پیشہ تصور کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسے جیسے انسانوں کی ذہنی نشو و نما ہوی، وہ شکار کرنے کے مختلف طریقوں کی ایجاد کرنے لگا۔ چنانچہ بہت قدیم زمانہ کے ایسے پتھر کے ہتھیار ملے ہیں جنھیں شکار میں استعمال کے لئے خاص طور پر تراشا گیا ہے۔ کبھی تو ایک جانب یہ بہت نوکدار کر دیئے گئے ہیں کہ قریب سے شکار کرتے ہی جانور آسانی سے ختم ہو جائے اور کبھی انھیں تیر کے مانند تیز بنایا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے شکار کا پیچھا کرتے ہوے دور تک دوڑتا ہوا چلا جاتا اور ساتھ ہی ان تیر جیسے پتھر کے ہتھیاروں کو جانور پر پھینکتا بھی جاتا تھا۔

(Sioux) امریکی انڈینوں جیسے سیوکس اپچس (Apaches) اور برٹش کو لمبیا کے Fishery قبیلوں کے علاوہ ہندستان کے بہت سے خام تمدنی قبیلے بھی ماہر شکاری ہیں

جو کہ گھنے جنگلوں میں شکار کرتے ہوئے نہیں گھبراتے مثلاً سکم کے لیپچا (Lepcha) قبیلے کے لوگ نہ صرف پودوں کی تاریخ سے واقف ہیں بلکہ پہاڑی علاقہ کے بہت سے جانوروں سے بھی آشنا ہیں۔ بھگوان داس جی کیلا نے لکھا ہے کہ ناگا جاتی کے صرف دو ہی پیشے تصور کئے جا سکتے ہیں (۱) لڑائی جھگڑا (۲) شکار۔ جنگلی جانوروں کا شکار ہی ان کا اصلی پیشہ ہے۔ اسی طرح (Ho) جاتی کا اہم ہتھیار دھنش بان ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو سب سے پہلے شکار کی تعلیم دی جاتی ہے ہر سال ان کے یہاں شکار کی قابلیت کے اتسو بھی ہوتے ہیں۔ اڑیسہ کی گدابا جاتی کا بھی اہم پیشہ شکار ہی ہے۔ ہر سال "اکیا برک" نامی تیوہار کے موقع پر پورا قبیلہ بڑے اہتمام کے ساتھ شکار کیلئے جاتا ہے اور بیڈر جیسی جاتی کا خیال ہے کہ "اگادی" کے موقع پر اگر انہیں شکار کرنے میں کامیابی حاصل نہ ہو تو پورا سال خراب گذریگا۔ بھیل اور بھنجیا (Bhunjia) اچھے تیر پھینک ہیں۔ تمام بھیل لڑکوں کو تیر کمان چلانے کی باضابطہ ٹریننگ دی جاتی ہے بچپن میں وہ لکڑی کے تیروں سے پرندوں، خرگوش اور چڑیوں کو مارنے کی (پریکٹس) مشق کرتے ہیں۔ بڑے ہونے پر جب تھوڑا سا تجربہ حاصل ہو جاتا ہے تو اپنے بزرگوں کے ہمراہ جنگل میں جا کر بڑے بڑے جانوروں کا شکار کرتے ہیں

شکار کے لئے انسان نے مختلف طریقے ایجاد کئے۔ اپنے ہتھیاروں کی مدد سے کبھی تو اس نے جانور کے جسم کو چھید کر مارنے کی کوشش کی کبھی پنجروں اور پھندوں کے سہارے انہیں زندہ پکڑ لینے کا خیال کیا۔ کبھی بھجے چلاتے اور جانوروں کا پیچھا کرتے ہوئے اس کو گھبرا کر مار ڈالنے یا زندہ پکڑ لینے کا ارادہ کیا۔ ابتدائی زمانہ میں انسان کا

ہتیار نوکدار لکڑی یا کوئی تیز پتھر تھا جس سے اس کو چھوٹے چھوٹے جانوروں کو مارنے میں آسانی ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ شاید وہ کسی وزنی پتھر یا لکڑی کی مدد سے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو زمین پر دبا کر بھی مارتا تھا۔ آہستہ آہستہ انسان نے لکڑی اور پتھر کے تیز چاقو، بسولے، کلہاڑی وغیرہ تیار کئے۔ اس کے بعد اس نے لکڑی، پتھر اور ہڈیوں کو ملا کر، جوڑ کر، یا باندھ کر اپنے لئے شکار میں اور بھی آسانیاں پیدا کر لیں اور برچھی، نیزے، کلہاڑی وغیرہ ہتیار بننے لگے اور شکار میں اور بھی آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

اس کے علاوہ انسان نے بہت سے پنجرے اور پھندے بھی بنائے جن میں جانوروں کو زندہ پکڑ لیا جاتا تھا۔ کبھی کمند پھینک کر یا پھانس ڈال کر جانوروں کو زندہ پکڑ لیتے ہیں۔ شمالی امریکہ اور بھارت میں یہ طریقہ رائج ہے آسٹریلیا میں Boomerang بومرانگ کی مدد سے جانوروں کو مارا جاتا ہے۔ یہ اس قسم کا آلہ ہے کہ جانور پر چھوڑا جائے تو اس کو مارنے کے بعد پھر شکاری کے ہاتھ میں واپس آ جاتا ہے۔ کچھ پنجروں میں رسیوں کی مدد سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ سرش کے جیسا چکٹ مادہ استعمال کرتے ہیں تاکہ کیڑوں یا چڑیوں کے پیر اس کو چمٹ جائیں۔ بعض اوقات پنجرے اسپرنگ کی طرح حرکت کرنے والے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی پرند بیٹھے وہ فوراً پکڑ لیا جائے۔ کبھی کبھی گڑھے کھود کر ان پر جال بچھا دی جاتی ہے تاکہ جانور دھوکے سے گر جائیں پیسورے کے جنگلوں کے چین کرنیا اسی طرح ہاتھی پکڑتے ہیں۔ بعض وقت شکار کا پیچھا کرتے ہیں۔ شور و غل مچاتے ہوئے ایک مقررہ جگہ پر جانور کو لے آتے ہیں جہاں جال پہلے ہی سے بچھی رہتی ہے جوں ہی جانور جال پر آ گرتا ہے، جال اٹھالی جاتی ہے اور قریب میں چھپے

ہوئے لوگ اپنی برچھیوں سے اس جانور کو مار ڈالتے ہیں بیلو جنگل کے [illegible]
قبیلے کے لوگ اس قسم کی جالیں استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ڈوبے نے مدھیہ بھارت کی
کمار جاتی کے شکار کا اس طرح ذکر کیا ہے "جن چشموں پر جانور پانی پینے کے
لئے آتے ہیں موسم گرما میں کمار وہاں جاکر آباد ہو جاتے ہیں۔ چشموں سے قریب
چھوٹے چھوٹے گڑھے کھود کر ان پر درختوں کی ہری ہری شاخیں ڈال دیتے
ہیں اور ان میں چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں جیسے ہی جانور پانی پیتے
ہوئے نظر آتے ہیں یہ اپنی تیروں سے انہیں مار گراتے ہیں"

ishing

مچھلی پکڑنا لیکن اس زمانہ میں جب کہ انسانوں کے غول کے غول غذا
کی کھوج میں نکلا کرتے تھے اور جب کہ کھیتی کی جانکاری
ابھی نہیں ہوئی تھی انسان مچھلی پکڑنے کے طریقوں سے بھی
واقف ہو چکا تھا۔ قدیم زمانہ میں مچھلی پکڑنا اتنا زیادہ مشکل نہیں تھا
جتنا یہ آج سمجھا جاتا ہے۔ بھارت میں قریب قریب ہر حصہ میں یہ
طریقہ عام ہے کہ مچھیرے اپنی کنڈے دار لکڑی پر جال ڈال کر انہیں دریا
میں پھینک دیتے ہیں اور مچھلی وہیں کے ہیں آکر اس جال میں گر جاتی اور
آسانی سے پکڑ لی جاتی ہے۔ اس طرح جال بچھا کر مچھلی پکڑنے کا طریقہ قدیم
زمانہ میں بھی تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی عام ہے اور
یہ بمبوؤں کے ذریعہ مچھلی پکڑنے کا طریقہ ہے۔ ایک مچھلی کو بمبوؤں
کی بنائی ہوئی نالی میں پھانس لیا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ آگ کے
ذریعہ مچھلی پکڑنے کا ہے۔ رات میں خاص طور پر اندھیری راتوں
میں مدھیہ پردیش کے کہار قبیلہ کے لوگ لکڑی کے گٹھے جلاتے ہیں
ان گٹھوں کو ندی کے کنارے سے لایا جاتا ہے۔ مختلف قسم
کی مچھلیاں روشنی کو دیکھ کر کنارے پر بڑی تعداد میں آتی ہیں لیکن انکی

آنکھیں روشنی سے چندھیا جاتی ہیں۔ کمار ان پر تیریں برسا کر انہیں مار ڈالتے ہیں۔

ڈاکٹر مجمدار نے مچھلی پکڑنے کے مختلف طریقوں کا جو دنیا میں عام نظر آتے ہیں اس طرح ذکر کیا ہے۔

(۱) ہاتھ سے جیسا کہ آسٹریلیا میں عام ہے۔

(۲) سگائی کے ذریعہ جو آسٹریلیا میں نظر آتا ہے۔

(۳) ہارپون کی مدد سے جو (Ainu) استعمال میں لاتے ہیں۔ Harpoon

(۴) تیریں مار کر جو انڈمان میں رائج ہے۔

(۵) قلابے کی مدد سے، سیدھا، مڑا ہوا یا نوکدار کونے والا۔ یہ طریقہ مختلف ملکوں میں عام ہے۔

(۶) جانوروں کی مدد سے مثلاً پانی کے پرندوں، اود بلاؤ یا کتوں کی مدد سے یہ طریقہ چین اور انگلینڈ میں عام ہے۔

(۷) پانی میں زہریلی یا نشیلی دوائیں ملا کر جیسا کہ چھوٹا ناگپور کے کھریا قبیلہ کے لوگ استعمال میں لاتے ہیں۔

غرض کہ انسان نے اپنا پیٹ بھرنے کی خاطر نت نئے طریقوں اور ایجادوں سے کام لیا اور زیادہ تر دریا کے ذریعہ اپنے غذائی سوال کو حل کیا ۔ کمار جیسے قبیلے اب بھی پانی میں نشیلی دوائیں ملا کر جن سے مچھلیاں مست ہو کر پانی کی سطح پر آجاتی ہیں، مچھلیوں پر تیریں مار کر انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح آسٹریلیا کے باشندے گہرے پانی میں تیرتے، ایک لانبی سی نلی کے ذریعہ سانس لیتے اور پانی کے پرند کو ٹانگ سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیتے اور ان کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں سائنس کی ترقی کی وجہ سے مچھلی پکڑنے کے نت نئے طریقے نکالے جاتے ہیں۔ خاص طور پر ہندستانی علاقوں اور ہندستان سے قریب مقاموں میں ایسے مختلف طریقے کام میں لائے جاتے ہیں جن سے مچھلیاں آسانی سے پکڑی جا سکیں مغربی ملکوں میں بڑی بڑی جالوں کی مدد سے وقت واحد میں ہزاروں کی تعداد میں، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مچھلی گرفتار کی جاتی ہے۔ بہرحال یہ کام صرف خام تمدنی یا جنگلی جاتیوں یا غذا بٹوروں کی حد تک کسی زمانہ میں بھی محدود نہیں رہا بلکہ ہر زمانہ میں انسان کی یہ کوشش رہی کہ نئے سے نئے طریقے کی ایجاد کر کے اپنے مطلب و منشا کے پورا کرنے میں سہولت پیدا کرے بلکہ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ موجودہ زمانہ میں مچھلی پکڑنا ایک قسم کا آرٹ بن گیا ہے اور قسم قسم کی مچھلی پکڑنا اور ان کی افزائش نسل کے لئے کوشش کرنا بھی آج کی سماج ضروری دلچسپی کی چیز سمجھتی ہے۔

Domestication of Animals

جانوروں کو پالتو بنانا

خام تمدنی انسانوں کی معیشت کا ایک اہم ذریعہ جانوروں کو پالنا اور ان کے دودھ بال اور چمڑوں سے فائدہ اٹھانا بھی خیال کیا جاتا ہے۔ بالکل ابتدائی زمانہ میں تو انسانوں کے لئے یہ امر بہت مشکل تھا پھر چک میں داخل ہونے کے ساتھ وہ جانوروں کو پالتو بنانے میں بھی مصروف ہو گیا۔ بعض مفکرین کا خیال ہے کہ انسان کا سب سے پہلا پیشہ شکار ہے اور شکار کے لئے انسان کو اکثر اوقات مختلف جانوروں کا پیچھا کرنا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان شکاریوں نے جانوروں پر اور خاص طور پر ان جانوروں پر جو جھنڈ کی شکل میں نکلا کرتے تھے نگرانی رکھنی شروع کی اور جانوروں کے ساتھ میل بڑھانے لگے۔ یہیں سے جانوروں کے پالتو بنانے کی ابتدا ہوئی۔

ماہرین اندازہ لگاتے ہیں کہ سب سے پہلے جانوروں کو پالتو بنانے اور سدھانے کا طریقہ وسط ایشیا اور اتری ایشیا کے خانہ بدوشوں میں شروع ہوا جو غذا کی تلاش میں ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں گھوما کرتے تھے یہ بھی اندازہ لگایا جاتا ہے کہ سب سے قدیم انسان "ترکاری" یا سبزی خور تھا جو قریب کے علاقوں سے گڈوں، تنوں اور جڑوں کو کھود کر لے آتا اور انہیں غذا کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ صرف ایک عرصہ تک ہی وہ اپنے اس علاقہ سے گڈوں اور تنوں کو جمع کر سکتا تھا اور جب اس علاقہ سے مزید غذا کے حاصل کرنے کی کوئی امید نہ رہتی تو مجبوراً اس کو اپنے خاندان والوں کے ساتھ دوسرے علاقوں کی طرف نقل مقام کرنا پڑتا تھا۔ غرض کہ ابتدائی زمانہ میں انسان کبھی ایک مقام پر مستقل بسیرا نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح جانوروں کے منڈے گلے اور جھنڈ بھی جب ایک علاقہ میں چرتے چرتے دیکھتے کہ اب وہاں اور زیادہ غذا حاصل کرنا ناممکن ہے تو دوسرے علاقوں کی طرف غذا کی تلاش میں نکل پڑتے تھے۔ انسان اور جانور اس طرح ٹولیوں اور منڈوں کی شکل میں غذا کی تلاش میں گھوما کرتے تھے۔ یہی مشترک چیز انسانوں اور جانوروں کے درمیان آشنائی اور میل پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ آہستہ آہستہ انسان نے جانوروں کے ان منڈوں پر نگرانی رکھنی شروع کی اور دھیرے دھیرے وہ انہیں سدھا کر پالتو بنانے میں مصروف ہو گیا۔ سب سے قدیم پالتو بڑے بڑے جانور مثلاً ہرن گھوڑے، گدھے، بھیڑ اور بکری تھے جو خود بھی منڈوں کی شکل میں رہتے تھے۔

جانوروں کو پالتو بنانے میں انسان کے کئی مقصد کام کرتے

تھے بعض جانوروں کو وہ اس لئے پالتے تھے کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور موقع پڑنے پر انہیں شکار کرنے میں مدد بھی دیں۔ اس معنی میں سب سے زیادہ اہمیت کتے کو حاصل تھی جو انسان کی حفاظت اور نگہبانی کرتا تھا۔ اتری ایشیا اور اتری امریکہ میں کتوں کو شکار اور حفاظت کے لئے نہیں بلکہ بوجھ لادنے کے لئے سدھایا جاتا تھا۔ پھیلا و تختوں پر بوجھ رکھ دیا جاتا اور یہ سدھے ہوئے کتے برف پر بوجھ کو کھینچتے ہوئے لے جاتے تھے۔ اس طرح خانہ بدوش انسانوں کو اپنے سامان کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو لیجانے میں بڑی مدد ملتی تھی۔ اس قسم کے کتے پالنے والے قبیلے جواب بھی کتوں سے بوجھ اٹھانے کا کام لیتے ہیں سائبیریا میں سموی اور تنگوسی اور شمالی امریکہ میں اسکیمو ہیں۔ بعض ملکوں میں جانوروں کو صرف دودھ حاصل کرنے کی خاطر پالا جاتا ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں زراعت پیشہ قومیں بستی ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ عام نظر آتا ہے۔ جنوبی افریقہ اور ہندوستان میں یہی طریقہ اب بھی رائج ہے۔ افریقہ میں صحارا ریگستان کے دکنی حصہ میں لوگ اسی وجہ کی بنا پر جانوروں کو پالتے ہیں۔ اس سے ان کی نسل کی بہ نسبت وہاں ان کی گنتی اور تعداد کو اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جتنی زیادہ جانوروں کی تعداد ہوتی ہے ان کی حیثیت اور دولت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں گائے کو جو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی سمجھی جاتی ہے کہ ایک انسان کی دولت کا اندازہ اس کی گایوں کی تعداد سے لگایا جاتا تھا۔ اتری افریقہ دکنی پچھمی اور بیچ ایشیا میں دودھ کا استعمال

صرف گائیوں تک محدود نہیں تھا بلکہ گھوڑے، اونٹ، بھیڑوں اور بکریوں کے دودھ سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس چین میں دودھ کا استعمال بالکل نہیں کیا جاتا اور نہ وہ جانوروں کے گوشت کو بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اس قسم کا قبیلہ جو دودھ کی چیزیں زیادہ استعمال کرتا ہے۔ نیلگری کا مشہور ٹوڈا قبیلہ ہے۔ ٹوڈا معیشت کا انحصار بھینسوں کے دودھ پر ہے ان کے خاص خاص متبرک دودھ گھر بھی ہوتے ہیں اور متبرک بھینسیں بھی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جانوروں کو پالنے کا طریقہ مذہبی رجحانوں پر بھی مبنی تھا۔ کئی قبیلے اپنا تعلق کسی نہ کسی جانور سے بتاتے ہوئے اس کو متبرک مانتے ہیں اور اس کے گوشت کا استعمال کرنا گناہ سمجھتے ہیں ایسے لوگ اس خاص جانور کو اپنے مذہبی رجحان کی بنا پر نہ صرف پالتے بلکہ اس کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ اس رجحان کو ٹوٹمیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ٹوٹمیت کے ماننے والے بہت سے قبیلے اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ اراؤن، کرکو سنتال، منڈا، ہو قبیلہ، کھاسی، گارو اور ناگا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جانوروں کے سدھانے کا تعلق چاند کی پرستش سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ چاند اور جانوروں کے سینگ چاند کے جیسے ہوتے ہیں۔ قدیم یورپ میں بھی یہ چیز پائی جاتی تھی۔ سامی تہذیبیں خاص طور پر بیل کی جو پرستش کی جاتی تھی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بیل کو چاند کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ چاند گرہن کے موقع پر جانورو

کی قربانی دی جاتی تھی بلکہ بعض لوگ تو انہیں اسی مقصد کے تحت پالتے بھی تھے۔ چاند کو خام تمدنی مذہب میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سبزی استعمال کرنے والے قبیلے ہر جگہ چاند کو تبرک مانتے ہیں۔ چاند کو پانی اور بارش دونوں پر کنٹرول حاصل ہے ان تمام وجوہات کی بنا پر چاند تبرک سمجھا جاتا ہے اور جن جانوروں کے سینگ چاند نما ہوتے ہیں ان جانوروں کو بھی تبرک مان کر اکثر قبیلے ان کو پالتے اور ان کی عزت کرتے ہیں۔

بہت سے جانوروں سے سواری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ گھوڑے کو بیچ ایشیا میں سب سے پہلے پالتو بنایا گیا۔ ابتدا میں تو شاید اس کو گوشت اور دودھ کے لیے پالا جاتا تھا یا کسی قربانی کے موقع کی خاطر پکڑ کر باندھ دیا جاتا تھا لیکن تاتاریوں نے آہستہ آہستہ اس سے سواری کا کام بھی لینا شروع کیا۔ دو ہزار سال پہلے قریب یورپ میں گھوڑے سے سواری کا کام لیا جانے لگا۔ یہ رتھ کھینچنے کے کام میں لایا جاتا تھا۔ یا حمل و نقل کے سلسلے میں بھی اس سے مدد لی جاتی تھی۔ اونٹ کو بھی شاید سب سے پہلے بیچ ایشیا ہی میں پالتو بنایا گیا۔ عرب میں بہت پہلے اونٹ کی تصویریں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹ سے بوجھ اٹھانے کا کام لیا جاتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں بھی اونٹ سے سواری کا کام لیا جاتا ہے۔ خاص طور پر ریگستانی علاقوں میں رہنے والے لوگ اس سے سواری کے علاوہ حمل و نقل میں بھی مدد لیتے ہیں اس کے دودھ اور گوشت کا استعمال بھی کرتے ہیں اور اس کے بالوں سے کپڑا بھی بنایا جاتا ہے۔ اونٹ کی لڑائیاں عرب اور ترک قبیلوں کے لئے

پسندیدہ اسپورٹ سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح اتری یورشیا میں بارہ سنگھا بھی بہت ابتدائی زمانہ سے بوجھ لادنے کے کام پر لایا جاتا تھا اس کا گوشت بطور غذا کے استعمال میں آتا اور بالوں سے کپڑا بھی تیار کیا جاتا تھا۔ آج تک بھی سائبیریا کے لوگ جنگلی بارہ سنگھوں کا شکار کرتے ہیں اور جن لوگوں کے پاس بارہ سنگھوں کے سب سے زیادہ ہیڑ ہوں ان کو سب سے زیادہ امیر سمجھا جاتا ہے۔

جانوروں کے بالوں سے اون نکالنے کے طریقے کی ابتداء بہت بعد میں ہوئی۔ مصریوں نے یونانیوں سے اس چیز کو سیکھا۔ بابلی بکروں کے بالوں کو اون کی صورت میں تو استعمال میں لایا جاتا تھا لیکن خام تمدنی لوگ ان کے استعمال کے لیے جانوروں کو بہت کم پالتے ہیں

خام تمدنی انسان کے پیش نظر جانوروں کے پالتو بنانے کا سب سے بڑا مقصد معاشی رجحان تھا۔ وہ غذا بٹورنے کے جھنجھٹوں سے یا تو بچنا چاہتا تھا یا جانوروں کی مدد سے شکار کرنے میں آسانی پیدا کر لینا چاہتا تھا۔ یا اپنی خانہ بدوشی کی حالت میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانے کے لئے ان سے حمل ونقل کی سہولتیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یا ان کے دودھ چمڑوں اور بالوں کے استعمال سے صنعتوں کو ترقی دینا چاہتا تھا یا پھر اپنے مذہبی رجحانوں کے تحت کبھی "دھرتی ماتا" کو خوش کرنے کی خاطر تو کبھی "چندر ما" (چاند) کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے مختلف جانوروں کی قربانی دینا ضروری سمجھتا تھا۔ یہی حالات تھے جن کے تحت انسان نے جانوروں کو پالتو بنانا شروع کیا جو اس کے لئے سب سے زیادہ کارآمد چیز ثابت ہوئی۔

Types of Primitive "Agriculture" in India

زراعت

خیال کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ مسیح سے لگ بھگ ۱۲۰۰۰ سال پہلے انسان نے کھیتی باڑی کر کے اپنے غذائی اجناس پیدا کرنا سیکھا تھا۔ اس سے اس کو دو قسم کے فائدے ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ ایک ہی جگہ مستقل طور پر سکونت اختیار کر سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس طرح کی پیدا کی ہوئی غذا سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پال سکتا تھا۔ شروع میں کھیتی کے طریقے بالکل ہی معمولی قسم کے تھے۔ موسموں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس وجہ سے انسان قدرت پر آس لگائے محنت کرتا اور جو کچھ بھی پیدا ہوتا اسی پر بسر کرتا تھا۔ کھیتی کے اوزار بھی بہت معمولی قسم کے تھے۔ نوکدار لکڑی سے زمین میں گڑھے کر کے بیج بونا یا پھر (hoe) کی طرح کسی اور ہل سے دھرتی کو کھودتا اور صاف کرتا تھا۔ کئی آدی باسی اب بھی پرانے طرز پر کاشت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حیدرآباد دکن میں ورنگل کے پہاڑی ریڈی اب بھی نوکدار لکڑیوں digging stick کی مدد سے زمین میں گڑھے کرتے اور ایک دو بارش ہونے کے بعد ان میں مختلف قسم کے بیج بو دیتے ہیں۔ کولم اور گونڈ (hoe) (کچھ فرق کے ساتھ ہل کی قسم کا ایک اوزار) سے زمین کو کھودتے ہیں اور پھر بیج بوتے ہیں۔ کھیتی کا ایک اور طریقہ بھی رائج ہے جس کو (Shifting Cultivation) کہتے ہیں۔ اس طریقہ میں جنگل کو صاف کر کے ڈالیوں کو سوکھنے کے لئے پھیلا دیا جاتا ہے۔ لکڑیوں کے سوکھ جانے کے بعد ان میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ ایک دو بارش ہونے پر اس جلی ہوئی راکھ میں بیج بو دیئے جاتے ہیں۔ مدھیہ پردیش میں اس طریقہ کو "Bewar" بیور، آسام میں جھوم "Jhum"

اور دکن میں پوڈو "podu" کہتے ہیں۔ اس طرح کاشت
کرنے والے مدھیہ پردیش کے گونڈ اور کمار، آسام کے گارو، میسور
کے ہتاکی بیٹا "Betta Kurumba" اور دکن کے کویا ہیں۔

بھارت میں آدم جاتیوں یا خام تمدنی قبیلوں کی زیادہ
تعداد کھیتی کر کے زندگی بسر کرتی ہے۔ گونڈ، ماریا، جوانگ
جیسے خام تمدنی قبیلے بہت اچھے کاشتکار ہیں۔ یہ دوسری آبادی
کے ساتھ مل کر یا الگ الگ دونوں طریقوں سے کاشت کرتے
ہیں۔ چونکہ ان کی گنتی کاشتکاروں میں کی جاتی ہے اسی وجہ سے ان
میں کاشتکاروں کی وہ ساری برائیاں آ جاتی ہیں جن کے لئے
بھارت ایک عرصہ سے بدنام ہے۔ انتہا کے مقروض، بستیاں غلیظ
واڑوں کی شکل اختیار کی ہوئی، مکان مختلف بیماریوں کے روگ گھر
گھر ان پڑھ اور جاہل اتنے کہ ساہوکار کے پنجے میں پھنسے ہوئے
اور پھر ہونے پر سہاگہ مقدمہ بازی کی خواہش۔ لہذا انتہائی اور کبھی بھارت
میں زمینداری طریق سے بیزار۔ اور دوسری بھارت میں رعیت واری
طریق سے لاچار، بے یار و مددگار، کبھی بھوکے کبھی ادھ پیٹ
کبھی ننگے محتاج جیون بتاتے ہیں۔ جب کھانے پہننے کو لاچار ہو جاتے
ہیں تو شہروں کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہاں بیروزگاری کی کھوج میں
سرنگوں، کسی کا گھر تلاش کر لیتے ہیں اور گھریلو مزدوری کرتے یا
کوئی اور چھوٹا کام انجام دے لیتے ہیں۔ حیدرآباد دکن کے کویا قبیلہ
کی طرح اب چند اور قبیلے بھی کارخانوں کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔
ان کے علاوہ چند آدی باسیوں نے خاص خاص کاموں کو

اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ مرزا پور کے اگاریہ یا لوہے کو پگھلانے کا کام کرتے ہیں، پارڈی چڑیوں اور پرندوں کو پکڑ پکڑ کر بیچتے ہیں۔ چند رسا باد یکی کے وڈر پتھر پھوڑتے اور پرکلے بھٹیاں بناتے اور بانس کا کام کرتے ہیں چند اوراون کی طرح جادوگر ہیں۔ چند گھر یا گریوں کی طرح موسم کے کنٹرولر (weather controller)
چند گونڈول کی طرح دوائیں بھی بیچتے ہیں۔ چند دیوروں کے مانند گوندانکالنے والے ہیں، چند بدنگا، بیٹڈرا اور بھیماول کی طرح چیتہ ور گانے والے ہیں، چند سونزاریاؤں (Sonzarias)
کی طرح چشموں کے دہانوں پر سے سونے کے ٹکڑے چننے کا کام کرتے ہیں اور چند جنو کر بناؤں Jenu Kurumbars کی طرح شہد اکٹھا کرتے ہیں اور چند بالکل فقیرانہ زندگی گذارتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ صرف ان پیشوں پر ان کی گذران ناممکن ہے اس لئے ان کے علاوہ انہیں اور بھی کام کرنے پڑتے ہیں۔ چند قبیلوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ چوری کر کے یا لوٹ مار پر زندگی گذارتے ہیں۔

مختصر یہ کہ انسان نے اپنی زندگی کو قائم رکھنے کی خاطر کچی ادھ پکی، جلی بھنی سب چیزوں کو پسند کیا ایسے جانور اور جڑی بوٹیاں تک اس نے کھائیں جنھیں خود جانور بھی نہیں کھاتے۔ دکھنی آفریقہ میں چونٹوں، آسٹریلیا میں کمبل کیڑوں، دکھنی امریکہ میں سانپ وسط امریکہ اور ویسٹ انڈیز میں چھپکلی، گھونگے، مینڈک اور جھینگے وغیرہ سب غذا میں داخل ہیں۔ چو دانگ تو چوہے، بندر، شیر، ریچھ، سانپ، مینڈک یہاں تک کہ نہیں کھانے کے لائق

پھینک دیئے جانے والے مانس کو بھی کھا لیتے ہیں۔ انسان نے سمندر اور دریاؤں سے مچھلی نکال کر کھائی، کناروں سے کیکڑے جھینگے اور مینڈک پکڑے، پرندوں اور ان کے انڈوں کو استعمال کیا اور ایسے چوپائے بھی اپنی غذا میں داخل کر لیئے جن کے نام ہی سے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ بن بالوں والا کتا قدیم میکسیکو اور پیرو میں خاص طور پر پسند کیا جاتا تھا۔ نہ صرف یہ کہ خام تمدنی قبیلے ہی کچی غذا کو پسند کرتے ہیں بلکہ آج کا مہذب انسان بھی آدھ پکی غذاؤں کو اور (oysters) جیسے گھونگوں کو کچا کھا جانا ہی پسند کرتا ہے۔

باب (۶)

سماجی تنظیم

Social structure

(Social organisation)

مارگن جیسے انسانیاتی ماہروں کا خیال ہے کہ بالکل ابتدائی زمانہ میں جب کہ انسان خام تمدنی زندگی بسر کرتا تھا، کوئی منظم سماجی حیثیت اس نے خاندان کو نہیں دی تھی۔ جس طرح جانور، پرندوں اور گلوں کی شکل میں رہتے، انسانوں کی ٹولیاں بھی غذا کے لئے کشمکش کرتی ہوئی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف نقل مقام کرتی رہتی تھیں۔ خاندان جیسا ادارہ ابھی بننے نہیں پایا تھا۔ مرد اور عورتیں سب مل جل کر رہتے۔ کھلا بھوگ ہوتا تھا۔ بچہ اپنی کم عمری کے زمانہ تک ماں کے ساتھ رہتا اور سمجھ بوجھ آنے پر ماں سے علٰحدہ ہو جاتا تھا۔ مگر جو لوگ اس کے مخالف ہیں، ان کے خیال میں کسی وقت بھی ایسی صورت ہرگز نہیں پیدا ہوی کہ خاندان کی شکل ظاہر ہی نہ ہوی ہو کیونکہ ماں اور بچہ کے تعلق اور اگر ماں نہ ہو تو بچہ اور اس کی نگہداشت و پرورش کرنیوالے کے تعلقات

بچہ کی ابتدائی زندگی میں ایسے مستحکم قسم کے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ خاندان کی باضابطہ شکل بالکل ابتدائی زمانہ میں نہ ملتی ہو اور ایک مرد، عورت اور بچے سب مل جل کر ایک خاص اکائی بنا کر رہتے ہوں، مگر پھر بھی بچہ اور اس کی دیکھ بھال و پرورش کرنے والے کے تعلقات ایسے ہیں جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ خاندان کی ابتدائی شکل پہلی کرن ظاہر ہو چکی تھی۔ ان کا یہ تعلق چاہے دائمی نہ ہو پھر بھی جانوروں کی طرح اپنی ابتدائی زندگی کے مدارج ختم کرنے کے بعد اجنبی قسم کا تو ہرگز نہیں رہتا۔ سمجھ بوجھ آنے کے بعد بچے غذا کے جمع کرنے میں اپنے گروہ والوں کا ہاتھ بٹاتے اور آہستہ آہستہ اپنے پیر پر کھڑے رہنے کے قابل بن جاتے تھے۔

ویسٹر مارک کے نزدیک کھلا جوگ جیسا دور انسانی تمدن میں کبھی نہیں آیا ہوگا کیونکہ ایک شادی کا طریقہ تمدن کی ہر منزل میں ضرور نظر آتا ہے۔ خاندان ایک ایسا سماجی ادارہ ہے جس میں شوہر بیوی اور ان کے بچے (اور اگر ان کے بچے نہ ہوں تو ان کے گود لئے ہوئے بچے) شامل ہوتے ہیں۔ خاندان کی دو نوعیتیں بہت واضح ہیں۔ ایک جس کو (Bilateral Type of families) دو طرفیا قسم خاندان کا نام دیا جاتا ہے اس کی تائید میں ڈاکٹر ایورن بلیٹی دکنی بھارت کے کادن قبیلہ کی مثال دیتے ہیں جہاں چھوٹے چھوٹے خاندانی گروہ ہوتے ہیں۔ ان میں ہر فرد خاندان مساوی درجہ وحیثیت رکھتا ہے۔ ان میں عورتوں پر مردوں کی حکومت

Types of family

یہ پیدائشی، جنسی، دولت، فرقہ کی بنا پر کسی قسم کا بھید بھاؤ بالکل نظر نہیں آتی۔ اس میں ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کسی قسم کا باپ شاہی یا ماں شاہی طریق وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ شادی بیاہ کے معاملہ میں عورتوں کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ غذا جمع کرنے اور دوسرے کاموں میں یہ مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ غرض سماجی تنظیم کے چلانے میں مرد اور عورتوں کا برابر کا حصہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کے خاندان کو دو طرفیہ خاندان کہتے ہیں۔

خاندان کی ایک نوعیت وہ بھی ہے جس کو unilateral type of family کہتے ہیں یعنی یکطرفہ خاندانی طریق اس قسم کے خاندانوں میں ماں یا باپ میں کسی ایک کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یکطرفہ نوعیت خاندان کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں یعنی patriarchal باپ شاہی اور matriarchal ماں شاہی۔

باپ شاہی خاندانی طریق Patriarchal

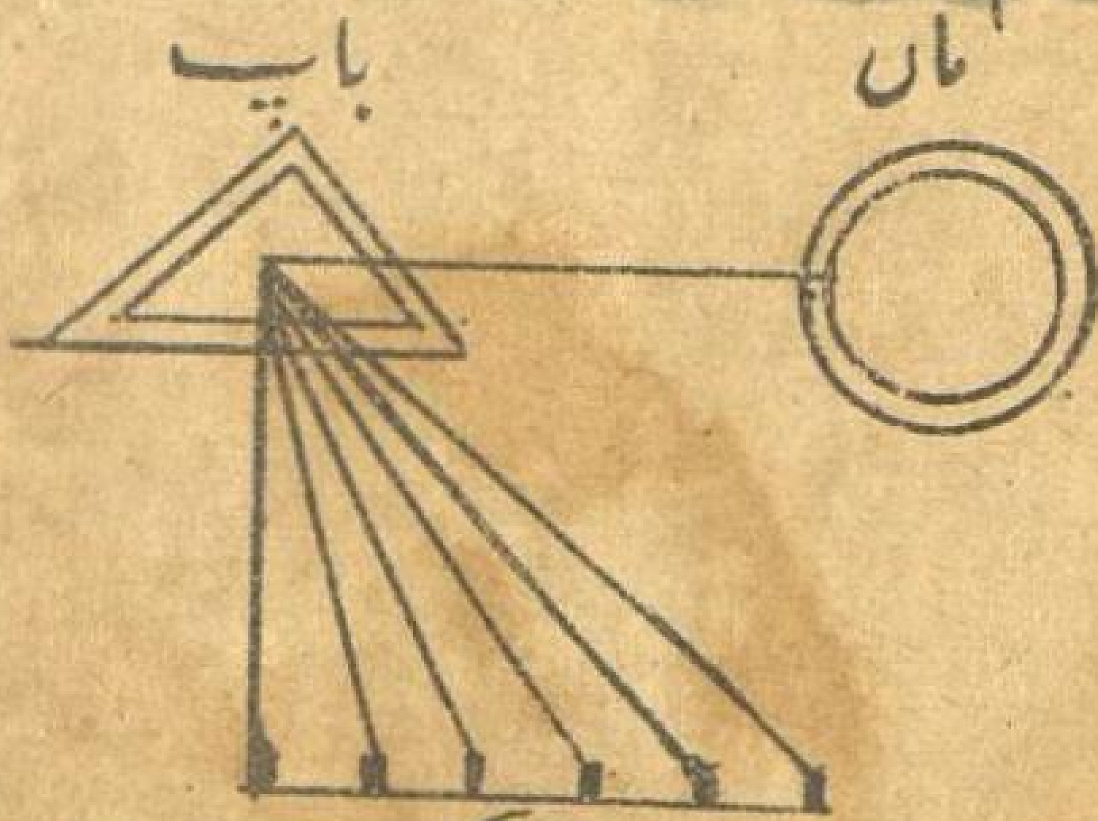
اس میں باپ کو اہمیت حاصل ہوتی ہے یعنی مرد حکمران ہوتا ہے۔ خاندان کا بزرگ یا لائق و سمجھدار شخص خاندانی تنظیم پر حاوی ہوتا ہے۔

باپ کو اور اس کے بھائیوں و بہنوں کو اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ماں کو اجنبی تصور کیا جاتا ہے۔ عورت مرد کی مطیع و فرمانبردار بن کر رہتی ہے۔ مرد کے معاملات میں دخل دینے کا اس کو اختیار نہیں ہوتا۔ یہ ضرور ہے کہ خام تمدنی سماجوں میں مرد اور عورتیں مل جل کر کام کرتے نظر آتے ہیں مگر تنظیمی معاملات میں پورا اختیار مرد ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ گوتر اور خاندانی نام جو بچوں کے نام کے ساتھ لگائے جاتے ہیں وہ باپ کے نام پر ہی رکھے جاتے ہیں۔ وراثتی حقوق مرد اولاد کو حاصل ہوتے ہیں۔

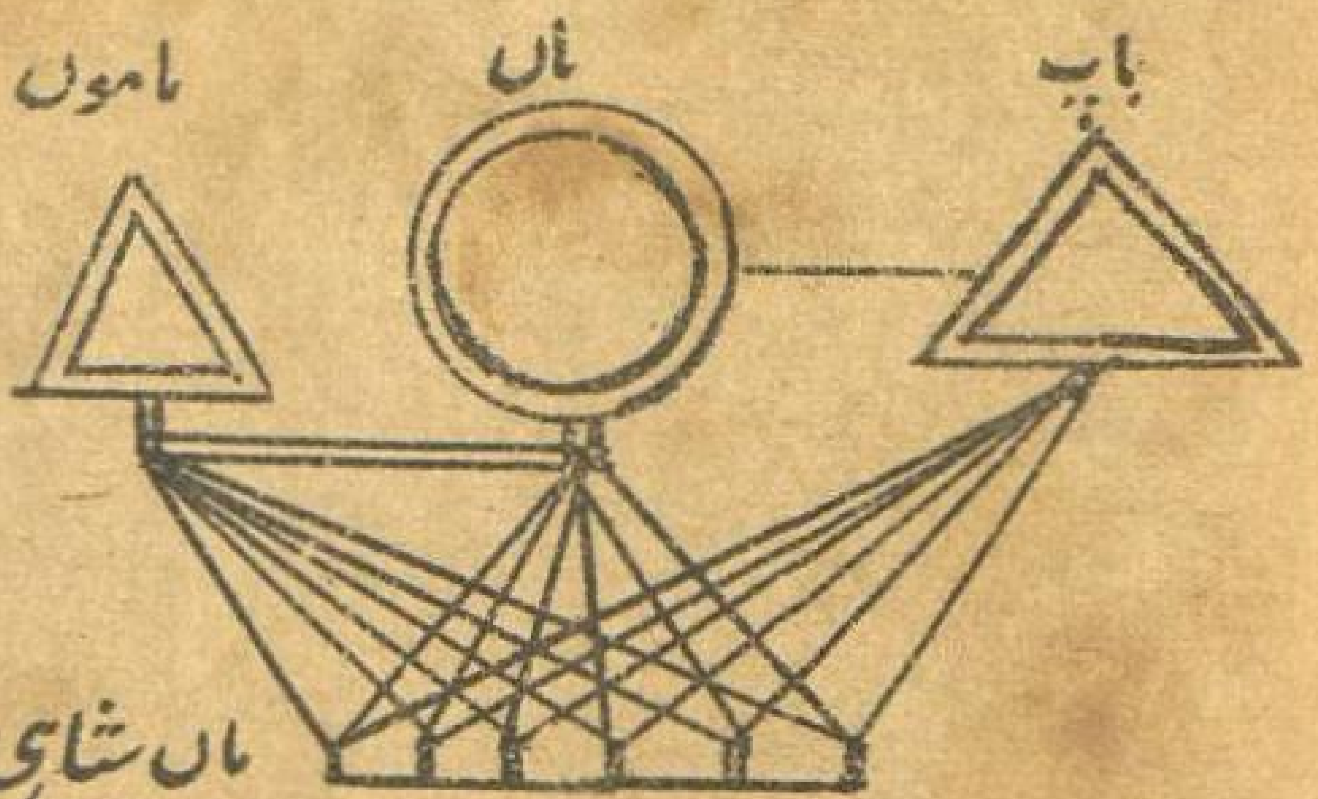
ماں شاہی خاندانی طریقہ

یہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ یہاں پورے اختیارات ماں کو حاصل ہوتے ہیں۔ خاندانی تنظیم پر عورت حاوی ہوتی ہے۔ اور جہاں یہ چیز ممکن نہیں ماموں کو یہ اختیار دیا جاتا ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات اور طلاق دینے کے سلسلہ میں عورتوں کو آزادی حاصل ہوتی ہے۔ بہرحال باپ کو وہ حقوق حاصل نہیں جو ماں کو حاصل ہوتے ہیں۔ بچوں کے گوتر اور خاندانی نام ماں کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ اگر دنیا کے مختلف خام تمدنی سماجوں کا بغور مطالعہ کریں جن میں ماں شاہی طریقہ رائج ہے تو ایک نتیجہ یہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان میں اکثریت ایسے خاندانوں کی ہے جن میں حقیقی معنوں میں تمام اختیارات کا استعمال عورت نہیں کرتی۔ خام تمدنی عہد میں ممکن ہے سماج پر عورت حاوی رہتی ہو مگر موجودہ زمانہ میں یہ حقوق و اختیارات ماں کے ہاتھ سے نکل کر ماموں کے ہاتھ منتقل ہو چکے ہیں۔ سماج پر بجائے باپ کے ماں اور ماموں حاوی ہوتے ہیں اسی لئے ڈاکٹر ہیرن فیلس کے نزدیک سب سے زیادہ عمومیت اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ یہ ماں شاہی خاندان ہے جہاں سماج میں ماں، باپ اور ماموں تینوں کے درمیان اختیارات تقسیم ہو جاتے ہیں اور سماج کی کشتی کے کھینے میں مرد اور عورت دونوں حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ اس طریقہ میں عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد سیانا ہونے تک اپنے ماں باپ کے پاس رہتا ہے اور ہوش سنبھالتے ہی وہ اپنے ماموں کے پاس چلا جاتا ہے کیونکہ ماموں کی جائیداد یا ملکیت کا وہی مالک ہوتا ہے۔ چونکہ ماں خود پوری تنظیم نہیں چلا سکتی اس لئے اس کی ذمہ داری کا بوجھ ماموں پر پڑتا ہے اور شوہر کے گھر میں رہنے کی صورت میں اس کام میں شوہر اس کی مدد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

حقیقی اختیارات ماں شاہی تنظیم میں ماں کو حاصل ہونیکے باوجود ان کی تقسیم کچھ اس طرح عمل میں آتی ہے کہ ماموں اور باپ کے درمیان یہ اختیار بٹ جاتے ہیں اور سماجی تنظیم کے چلانے میں تینوں برابر کا حصہ لیتے ہیں



باپ شاہی خاندان جس میں پورا اقتدار صرف ایک فرد خاندان، باپ کو حاصل ہے۔



ماں شاہی خاندان کی کیفیت، قوت و اثر کی تقسیم تین اہم افراد خاندان میں، ماں۔ ماموں، اور باپ۔

بعض مرتبہ جیسا کہ ملابار کے نائروں میں رائج ہے شوہر کی حیثیت بالکل ایک مہمان کی ہوتی ہے کیونکہ بیوی اپنی ماں کے پاس رہتی ہے اور شوہر کبھی کبھی

سسرال آکر بحیثیت مہمان کے ٹھہرتا ہے۔ بچے سب ماں کے پاس رہتے ہیں اور ان کی پرورش کی ساری ذمہ داری ماموں کے سر ہوتی ہے۔ چند قبیلوں میں شادی شدہ شخص کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ شادی ہونے کے ساتھ اپنے والدین کے گھر کو چھوڑدے اور عارضی یا مستقل طور پر اپنے سسر کے ہاں جاکر بس جائے۔ اس قسم کے طریقہ کو matrilocal کہتے ہیں جس کی مثالیں گارو قبیلہ میں ملتی ہیں۔ اس کے برخلاف اگر شوہر اپنے باپ کے گھر ہی رہے یا دوسرے لفظوں میں اگر بیوی عارضی یا مستقل طور پر شوہر کے گھر والوں کے ساتھ رہے تو اس کو patrilocal کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی قبیلہ یا خاندان میں نسل ماں کی طرف سے چلتی ہو تو اس کو matrilineal یا ماں نسلی اور باپ کی طرف سے چلتی ہو تو patrilineal یا باپ نسلی کہتے ہیں۔ ماں شاہی خاندانوں میں کہیں کہیں یہ طریقہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد لڑکی اپنے بھائی کے گھر آجاتی ہے اور سب سے بڑا بھائی اپنی بہن اور اس کے بچوں کی پرورش کے انتظامات کرتا ہے۔ ماں شاہی طریقہ کی چند مثالیں بھارت میں کادر، ہولیا، مادیگا، ویلالا، خاصی اور گارو ہیں۔ دوسری مثالیں ٹرابرینڈ جزائر کے قبیلے، متحدہ امریکی ریاستوں کے دکن پچھمی بھاگ کے پوبلو انڈین اور اتری نیو یارک کے اراکووا ہیں۔

Aracova New York

جوڑے کا انتخاب

سماجی تنظیم میں شریک زندگی کے چننے کے مختلف طریقے ہیں۔ بعض جماعتیں یا قبیلے اپنے ورگ یا گروہ کو چھوڑ کر کسی اور ورگ یا گروہ کے کسی شخص کو شادی کے

Marriage within the group = Endogamy

Marriage outside the group = Exogamy

٨٥

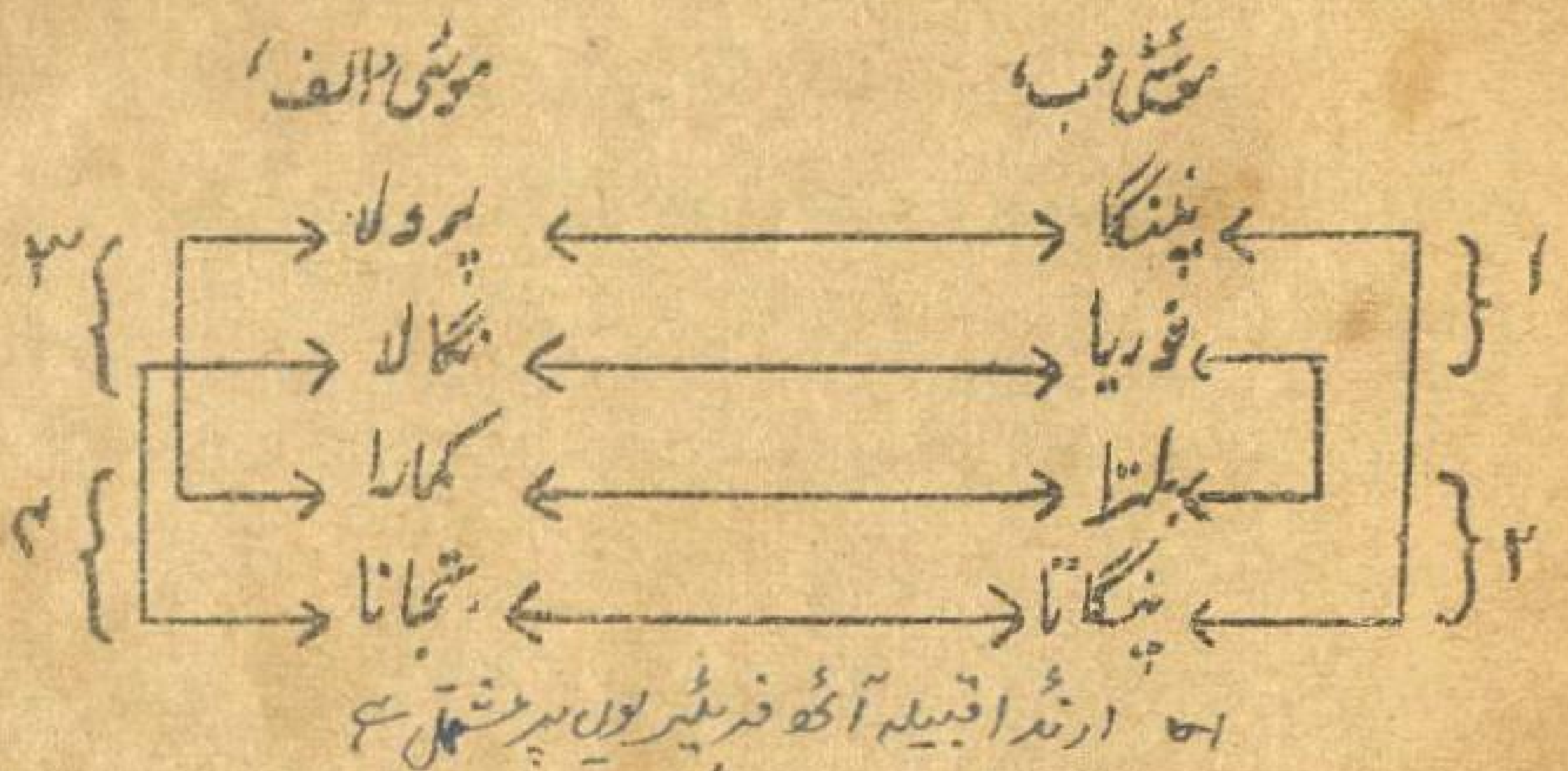
اجازت نہیں اور بعض اپنے خاص گروہ کو چھوڑ کر کسی اور گروہ یا
گروہ میں کسی شخص کو شادی کی اجازت نہیں دیتے اس کے لئے ضروری
ہے کہ اپنے گروہ کے سوائے کسی دوسرے گروہ میں شادی کرے جس کی
قبیلہ یا سماج اس کو اجازت دیتا ہے پہلے طریقہ کو endo-
gamy جات دواہ اور دوسرے کو exogamy
بہیر جاتی دواہ کہتے ہیں مثلاً نیلگری پہاڑیوں پر بسنے والا تو ڈا
قبیلہ تارتھار اور تیوالی خاندانوں پر مشتمل ہے۔ تارتھار گروہ
سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے کو تیوالیوں سے برتر کہتے ہیں
اس لئے تارتھاریوں میں شادی کرنا ان کے لئے منع ہے۔ تارتھار
تارتھاریوں میں اور تیوالی تیوالیوں میں شادی کر سکتے ہیں۔ اس کو
جات دواہ کہتے ہیں۔ اگر تارتھاریوں کو اپنے گروہ میں شادی ENDOG
کرنے کے بجائے صرف تیوالیوں میں شادی کرنے کی اجازت ہوتی تو
اس کو exogamy یا بہیر جاتی دواہ کہتے۔ جاتی دواہ
میں یقین رکھنے والے اپنے خون کے جھگڑا کو پسند نہیں کرتے اور
بہیر جاتی دواہ کے موافق اپنے گروہ والوں کو اپنے بھائی بند
سمجھتے ہیں اور ایک ہی خون کے ہونے کی وجہ ہمیشہ اپنے سوائے
clan دوسرے گروہ میں شادی کرتے ہیں۔

شادی بیاہ کی غرض سے بعض وقت قبیلے دو یا کئی بڑے
بہیر جاتی گروہ بناتے ہیں۔ اگر قبیلہ صرف دو بڑے بہیر جاتی گروہ
بناتے تو ایسے گروہوں کو moieties موئیٹیز کہتے ہیں اور
دو سے زیادہ گروہ بندیوں phratries فریٹریز۔ مثلاً

ٹوڈوں کے نار تخارا اور تنیوالی اور برٹش کولمبیا کے ایگل اور ریون موئیٹیز ہیں۔ اسی طرح وسط آسٹریلیا کے ارنڈا بھی دو بڑے موئیٹی بناتے ہیں جنھیں دوبارہ فریٹریز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ذیل کی شکل سے اس کا سمجھنا زیادہ آسان ہو گا۔

موئیٹی 'الف'		موئیٹی 'ب'
پنگا	⟷	پیرولا
بلترا	⟷	کمارا

غرض پنگا شخص کے لئے ضروری ہے کہ پرولا لڑکی سے شادی کرے، ان کی اولاد بلترا کہلاتی ہے اور پرولا لڑکے کیلئے ضروری ہے کہ پنگا لڑکی سے شادی کرے، ان کی اولاد کمارا کہلاتی ہے۔ بلترا شخص کمارا لڑکی سے شادی کرکے پنگا اولاد پیدا کرتا ہے۔ اگر کمارا شخص بلترا لڑکی سے شادی کرے تو اس کی اولاد پرولا کہلاتی ہے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے مگر قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا ہر سکشن دوبارہ اور دو گروہ بناتا ہے۔ ایک شخص کو ایک خاص گروہ کی لڑکی سے شادی کی اجازت ہے جس سے وہ ایک خاص گروہ کے نام رکھنے والی اولاد کو پیدا کرتا ہے یہ اولاد پھر ایک خاص گروہ ہی میں شادی کر سکتی ہے۔ اس کا نقشہ نیچے درج ہے۔ عمودی تیر شادی کو ظاہر کرتی ہیں اور افقی اولاد کو۔



ارنڈا قبیلہ آٹھ فریٹریوں پر مشتمل ہے

اس طرح ارنڈا قبیلا آٹھ فریٹریوں پر مشتمل ہے۔ اس کی وضاحت ہیں۔ ڈبلیو۔ ٹامس کے بیان کئے ہوئے مساوات کی رو سے کی جا سکتی ہے۔

چوتھا گروہ

الف ۱ (مرد) / ب ۱ (عورت) = الف ۴ ‏‏‏‏‏‏ ب ۱ / الف ۱ = ب ۳

الف ۲ / ب ۲ = الف ۳ ‏‏‏‏‏‏ ب ۲ / الف ۲ = ب ۴

الف ۳ / ب ۳ = الف ۲ ‏‏‏‏‏‏ ب ۳ / الف ۳ = ب ۱

الف ۴ / ب ۴ = الف ۱ ‏‏‏‏‏‏ ب ۴ = ب ۲

ہر مساوات میں ٹامس کہتے ہیں کہ مرد شمار کنندہ، عورت نسب نما اور " = " اس کی اولاد ہے۔ اس طرح الف ۱ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ ب ۱ عورت سے شادی کرے (دوسری کسی لڑکی سے اس کو شادی کی اجازت نہیں)۔

بچہ چوتھے گروہ کی الف فریٹری سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو اجازت ہے کہ صرف ب گروہ کی چوتھی فریٹری میں شادی کرے۔

ٹوٹم واد یا ٹوٹمیت

بعض قبیلے مختلف فریٹریاں بناتے ہیں۔ ہر فریٹری کا نام کسی خاص جانور یا پودے کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا آبائی تعلق یا رشتہ اس خاص جانور یا پودے سے ہے۔ عام طور پر کنبے کی پیدائش اس سے متعلق ہوتی ہے یا روایتی قصہ۔ مثلاً ڈاکٹر ہوچم ذادہ نے تمار یاؤں کے بعض ایسے قصوں کا ذکر کیا ہے جن سے کسی جانور یا پودے کے نام پر رکھے ہوئے ٹوٹمی خاندانوں کا پتہ چلتا ہے۔

"ایک تمار یا عورت پانی لانے کے لئے ندی پر گئی ہوئی تھی۔ گھر پر بچہ کی نگرانی کے لئے کوئی نہیں تھا۔ اسے وہ اکیلا چھوڑ آئی تھی۔ تہانے کے بعد جب وہ پانی لیکر آئی تو اس نے دیکھا کہ ایک ناگ بچہ کے سر پر اپنا پھن پھیلائے اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ جیسے ہی عورت داخل ہوئی ناگ چلا گیا۔" اس لڑکے کی اولاد آج تک ناگ گشتی Nag-gushti کنبے کے نام سے موسوم ہے۔ اس کنبے کے افراد سانپ کو کبھی تکلیف نہیں دیتے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح تمار یا کمل کنبے کی کہانی یہ ہے کہ "تمار یا کے بعض افراد خاندان شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہرن کا شکار کیا اور اس کا گوشت تمام شکاریوں میں بانٹ دیا گیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کنول کے پتہ پر گوشت رکھ لیا۔ اس کے بعد سے اس کا خاندان کنول خاندان کہلانے لگا۔"

سینکڑوں ٹوٹمی قصے مختلف قبیلوں سے سننے میں آتے ہیں۔ ان کے پیچھے جا

کوئی روایت ہو یا مذہبی جذبہ بہر حال سماجی اعتبار سے یہ اس لئے اہم
ہیں کہ مختلف ٹوٹموں کی بنیادوں پر فریٹریاں بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً دکنی
ناگپور کے راج گونڈوں کے چار ٹوٹمی گروہ ہیں۔ یرنگ پنک جس کا ٹوٹم ساہی
porcupine ہے۔ سرڈنگ پنک جس کا ٹوٹم شیر ہے، یونگ
پنک جس کا ٹوٹم سارس crane ہے اور ناننگ پنک جس کا ٹوٹم
تابیل tortoise کچھوا ہے ہر ٹوٹم سے متعلقہ افراد، اسی ٹوٹم میں شادی
نہیں کر سکتے۔ انہیں بہر صورت اپنے سوائے دوسرے ٹوٹموں میں شادی
کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ہر ٹوٹمی فریٹری دو بارہ کئی خاندان
بناتی ہے۔ ساہی ٹوٹمی گروہ بندی کے چودہ خاندان ہیں، شیر کے
چھبیس، سارس کے سترہ اور تابیل کے سترہ۔ چودہ چھبیس، سترہ
اور سترہ کا اپنا الگ ٹوٹم ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر خاندان
کو اپنے سوا دوسرے ٹوٹم میں شادی کی اجازت ہے۔

...pes of Marriage

شادی کی قسمیں

شادی کی تین قسمیں ہیں۔ monogamy
یک بیاہی طریق، polygamy کئی بیاہی
طریق اور group marriage گروہ بیاہی طریق ایک
مرد کے ایک ہی عورت سے شادی کرنے کے طریقہ کو یک بیاہی طریق کہتے
ہیں۔ ایسی صورت میں وقت واحد میں ایک مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے
کا حق ہوتا ہے۔ خام تمدنی قبیلوں میں بھی اس کی بہت سی مثالیں
ملتی ہیں جہاں سختی کے ساتھ وقت واحد میں ایک شخص کو ایک ہی بیوی
رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ دکنی امریکہ کے انڈینوں میں، انڈومان اور
ملایا کے جزیروں کے قبیلوں میں، سیلون کے ویڈاؤں اور فلپائن جزائر کے

نیگریتو و مدحیہ آفریقہ کے قبیلوں میں شادی کی یہی قسم رائج ہے۔
Polygamy کئی بیاہی طریق میں دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک مرد کئی بیویاں رکھ سکتا ہے یا ایک عورت کے کئی شوہر ہو سکتے ہیں اس وقت جب کہ ایک مرد کی کئی بیویاں ہوں، اس طریق کو polygamy کا نام دیتے ہیں، ویسٹر مارک نے اسکے مختلف وجوہات بیان کئے ہیں کہ کیوں ایک آدمی کو زیادہ بیویوں کی خواہش ہوتی ہے۔

(۱) دولت و ملکیت کے بڑھنے کیوجہ جب آدمی میں زیادہ بیویوں اور اولاد کے پالنے کی قوت پیدا ہو تو وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتا ہے۔

(۲) ہر مہینہ میں چند روز یا جب کہ بیوی حمل سے ہو تو مرد کو بیوی کے نزدیک جانے کی اجازت نہیں۔ اس کے علاوہ بعض قبیلوں میں جب تک بچہ دودھ پینا نہیں چھوڑتا مردوں کو عورتوں سے علیحدہ رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

(۳) زیادہ سے زیادہ بچوں کی خواہش جس سے خاندان بڑھے اور قبیلائی سماج میں وہ مقام حاصل کر سکے۔

(۴) مادی آرام و آسائش میں اضافہ کرنے یا بیویوں کی محنت سے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی خواہش۔ صرف ایک ہی بیوی ہو تو اس کے بیمار پڑنے پر کون پکائیگا؟ یہ سوال زیادہ بیویوں کے خواہش مند زولو قبیلہ کے لوگ کرتے ہیں۔ بعض قبیلوں میں مرد گھر پر بیٹھے رہتے ہیں اور ان کی بیویاں کھیتی باڑی کے کام کرتی، چکی پیستی اور کھانا پکاتی ہیں اور کھانا کر لانیکے بعد اپنے شوہر کو کھلاتی

چلاتی اور آرام سے رکھتی ہیں۔ شری درگا بھاگوت جی کا کہنا ہے کہ ناگپور کے اوزا قبیلہ میں مرد کئی کئی شادیاں کرتے ہیں اور شہد کے مکھے کی طرح گھر پر سستی اور بیکاری میں گذارتے ہیں۔ تمام بیویاں کام کرتی رہتی ہیں۔ بڑی بیوی گھر کے سارے کاروبار انجام دیتی اور چھوٹی بیویوں سے گھر اور باہر کے کام لیتی ہے۔ گھر کے باہر بڑی بیوی کے سوائے تمام بیویاں کام انجام دیتی ہیں۔ ہر بیوی اپنی کمائی سے ایک آنہ بچا کر اپنے شوہر کو دیتی ہے اور شوہر بیکاری میں دن گذارتا ہے۔

بہر حال باپ شاہی طریقہ کی ایک اہم خصوصیت، بعض معاشروں میں مردوں کا ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا حق ہے۔ معاشی اور سماجی اعتبار سے چاہے زیادہ بیویوں کا حق رہا ہو اب لیکن اس کا اثر کم ہوتا جا رہا ہے۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ عورتوں کو مساوی درجہ دینے کا تصور بڑھنے لگا۔ اور یہ بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے کہ زیادہ بیویاں رکھنے سے دولت کی پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جتنی زیادہ شادیاں ہوں گی اور جتنی زیادہ اولاد کی تعداد بڑھے گی، اس میں شبہ نہیں کہ، دولت میں اضافہ ہوگا مگر کھانے والوں یا دولت کو خرچ میں لانے والوں کی تعداد بھی بڑھے گی۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آخر میں دنیا میں صرف یک بیاہی طریقہ ہی باقی رہے گا۔ اسپنسر کے خیال میں یہی اس شکل کی آخری صورت ہوگی اور اس کو ترقی دینا اور پھیلانا ضروری ہے۔ ڈاکٹر لےبوں سمجھتے ہیں کہ یورپی ملکوں کی طرح قانونی طور پر یک بیاہی طریق دنیا پر پھیلتا جائے گا اور ڈاکٹر ہرن فلس آریائی نسل جیسی نسلوں کے باقی رکھنے کے لئے کئی بیاہی طریق کو ضروری سمجھتے ہیں۔

POLYANDRY

کئی شوہریت

ایک عورت کے جب کئی شوہر ہوں تو اس کو polyandry کئی شوہریت کہتے ہیں۔ ایسی مثالیں دنیا میں کم ہیں۔ کشمیر کے لداخ اور سکم و تبت میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ نیلگری کے ٹوڈوں fraternal میں fraternal polyandry کا طریقہ موجود ہے۔ جب کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرتی ہے تو وہ خود بخود اس کے دوسرے بھائیوں (اس وقت کے اور بعد میں پیدا ہونیوالے تمام) کی بیوی بھی بن جاتی ہے۔ یہ تمام بھائی عام طور پر ایک ساتھ رہتے ہیں۔ جو بھائی بیوی کے حاملہ ہونے کے ساتویں مہینہ میں کمان دینے کی رسم انجام دیتا ہے وہی پیدا ہونیوالے بچہ کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ بھائی مختلف گاؤں میں ہوں تو وقفہ وقفہ سے بیوی مختلف بھائیوں کے پاس رہتی ہے۔ ٹوڈاؤں میں کئی شوہریت کے طریقہ کی بڑی وجہ بال ہتیا سمجھی جاتی ہے۔ قانونی طور پر اس طریقہ کے بند ہو جانے کے باوجود کئی شوہریت کا طریقہ یہاں نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا طریقہ بھی ان میں بڑھتا جا رہا ہے۔ یعنی چار یا پانچ بھائیوں میں ایک بیوی کے بجائے اب دو یا کبھی کبھی ان سے زیادہ بیویاں بھی نظر آتی ہیں۔ یہ تمام بیویاں تمام بھائیوں میں عام ہوتی ہیں۔ ملابار کے نائروں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ ان میں (non fraternal polyandry) کا طریقہ رائج ہے جن میں عورت کے شوہر حقیقی بھائی یا ایک ہی کنبہ سے متعلقہ لوگ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر ایین اور شری پانیکر جی اس بات کو نہیں مانتے۔ جونسر بوداوا کے خاصیوں میں بھی کئی شوہریت کا طریقہ رائج ہے جس میں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے ہیں اور بچے پیدا ہونے کی صورت میں سب سے بڑا

لڑکا سب سے بڑے بھائی کا، منجھلا، منجھلے بھائی کا اور اس طرح سلسلہ وار تمام بچے سلسلہ وار تمام بھائیوں کے بچے سمجھے جاتے ہیں۔

گروہی شادی group marriage	شادی کی وہ قسم جس میں ایک خاص سماجی گروہ کے تمام لوگ دوسرے سماجی گروہ کی تمام عورتوں کے شوہر سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی کوئی مثال اب دنیا میں نظر نہیں آتی۔

شادی بیاہ کے طریقے۔ شادی بیاہ کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) Marriage by capture ل بیاہ۔ شادی کا وہ طریقہ جس میں لڑکی یا اس کے والدین کی بغیر رضامندی، زبردستی شادی کر لی جاتی ہو۔ پاھگان قبیلہ میں ایک پارٹی دوسری پارٹی کے لوگوں کو لڑائی میں قتل کر کے ان کی عورتوں کو لے آتے اور شادی کر لیتے ہیں۔ دکن کے کویا قبیلہ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ اگر کسی لڑکی کے والدین شادی کرنے پر رضامند نہ ہوتے، تو لڑکے والے اس موقع کی تلاش میں رہتے کہ کسی طرح لڑکی کو کھیت میں کام کرتے وقت اٹھا لے بھاگیں۔ ہونے والے شوہر کے لئے ضروری ہوتا کہ وہ پہلے بڑھے اور لڑکی کو گود میں اٹھالے۔ لڑکی اور لڑکے والوں کی پارٹیوں کے درمیان باضابطہ جھگڑا ہوتا اور آخر میں لڑکی والے کچھ رقم لیکر پیام ٹھیر دیتے۔ بعد میں دن اور تاریخ مقرر کر کے شادی کر دیجاتی۔ اب یہ طریقہ صرف رسمی طور پر باقی رہ گیا ہے۔ شری کپاجی ہوا جاتی کی ایک مثال دیتے ہیں جسکو "انادیرہ" یا نٹ وداہ کہتے ہیں۔ اس میں لڑکی اپنے پریمی کے گھر میں بدوستا چلی جاتی ہے۔ شروع میں اس کی بہت بے عزتی کی جاتی ہے مگر جب وہ اپنے

دیوتا شوہر جسکو وہ پریم کرتی ہے، اس کے لئے سب قسم کے سکھوں کی قربانی دیدیتی ہے تو اسے گھر میں رکھ لیا جاتا ہے۔

(۲) Marriage by purchase خریدہ وواہ۔
رقم یا جانور دے کر لڑکی کو خرید لینے کا طریقہ بھی بعض قبیلوں میں رائج ہے۔ ویدک زمانہ میں ایسی شادیوں کی مثالیں ملتی ہیں جب کہ دو گائیوں کے معاوضہ لڑکی کو کسی برہمن کو سونپ دیا جاتا تھا۔ لڑکی کی قیمت لیاقت، گھرانے اور خوبصورتی کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے۔ شری بھگوان داس جی کیلا کھڑیا قبیلہ میں لڑکی کی قیمت بہت زیادہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں گاؤں کے مرد عورتیں جمع ہوتے ہیں اور لڑکی کے باپ اور اس کے رشتہ دار بیچ میں بیٹھتے ہیں۔ دولہے کے باپ کا اشارہ پا کر کئی لڑکے لڑکیاں جانوروں کی طرح ہاتھ پیر کے بل چلتے ہوئے بھیڑ میں پہنچتے ہیں اور ڈھوروں کی نقل کرتے ہوئے چرنا یا سونگھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تب دلہن کا باپ یا اس کے بجائے اور کوئی ان میں سے جتنوں کو پکڑ سکے، پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور جتنوں کو وہ پکڑ لیتا ہے اتنے ہی جانور دولہے کے باپ کو دینے پڑتے ہیں۔

(۳) Marriage by service بعض خاندانوں میں شادی سے پہلے اور بعض صورتوں میں شادی کے بعد اپنے سسرال والوں کی خدمت کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مدراس و ٹراونکور کوچین کے بعض قبیلوں میں خدمتی وواہ کا طریقہ ہے۔ کروحن قبیلہ میں لڑکے کی سگائی بچپن میں ہی ہو جاتی ہے اور لڑکی کے عمر کو پہنچنے تک داماد کو سسرال میں کام کرنا پڑتا ہے اسی طرح پنین (Paniyan) قبیلہ میں لڑکے کو چھ مہینے تک

ہر روز ایک گٹھا اپنی ہونے والی دلہن کے گھر بھیجنا پڑتا ہے۔ وواہ کے بعد بھی شوہر اپنے سسر کو ایک روپیہ ہر سال دیتا ہے جو "تالیاپٹم" کہلاتا ہے اور سسر کے مرنے پر یہ سالے کو دیا جاتا ہے"۔

(۴) بدل وواہ Marriage by exchange

بھائی اور یا بہن کے بدلے میں بھائی اور یا بہن سے شادی کرنے کا طریقہ بدل وواہ کہلاتا ہے۔

Parallel cousin and cross cousin
متوازی اور عبوری بھائی بہنوں کی شادی

بعض مرتبہ دو بھائیوں (باپ کے بھائی) کے بچوں اور دو بہنوں (ماں کی بہن) کے بچوں یعنی متوازی بھائی بہنوں میں شادی ضروری سمجھی جاتی ہے اور بعض مرتبہ بھائی کی بہن (پھوپھی یا بوا) اور ماں کے بھائی (ماموں یا ماما) یعنی عبوری بھائی بہن کے بچوں میں۔ پہلی قسم کی شادی کا رواج اس لئے عام نہیں کیونکہ اکثر جاتیوں اور قبیلوں میں انہیں ایک ہی خونی (Kinship) گروہ کا سمجھا جاتا ہے خاص طور پر اس وقت بھی جب کہ متوازی بھائی بہن ایک ہی کنبہ کے ہوں اور ایک دوسرے کو بھائی بہن کے نام سے پکارتے ہوں۔ البتہ عبوری بھائی بہنوں کو مختلف کنبوں کے تصور کرنے کا طریقہ بہت سے غذا بٹورنے والے قبیلوں اور زراعت پیشہ آدی باسیوں میں عام ہے۔ اس طریقہ کے وجود میں آنے کی ایک وجہ یہ تصور کی جاتی ہے کہ لوگ ایک تو جہیز اور شادی بیاہ کے اخراجات سے بچنا چاہتے تھے اور دوسرے

لڑکی کی شادی کی وجہ سے خاندان میں ایک فرد کی کمی واقع ہو جاتی
تھی، اس لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں سوجھ سکتا تھا کہ میرے،
پھپھیرے اور چچیرے بھائی بہنوں میں شادی نہ ہو۔ دکن میں ملابار،
کوچین، ٹراونکور وغیرہ کے اکثر قبیلوں میں شادی بیاہ کے یہ طریقے
موجود ہیں۔ میسور کے کوراچاوں "کپلیانوں (Kappelyals)
میں ایک شخص کو اپنی بھانجی (بہن کی لڑکی) کے ساتھ شادی کرنے
کی اجازت ہے چاہے وہ اس سے عمر میں بڑی ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح بھائی کے مرنے پر بھابی سے اور بیوی کے مرنے پر سالی
سے شادی کرنے کا طریقہ شروع ہوا۔ levirate یعنی
بھاوج دواہ میں عام طور پر دیور کو اپنی بھابی سے شادی کے کرنے
کی اجازت ہے ہندوستان کے اکثر قبیلوں میں جیٹھ یعنی شوہر کا بڑا بھائی
بیوہ لڑکی (اپنے چھوٹے بھائی کی بیوی) کو اپنی بیٹی کی طرح دیکھتا
ہے، اس لئے وہ اس سے شادی نہیں کرتا اس طریقہ کی شادی
کی مثالیں گونڈوں، سنتھالوں اور بھیلوں میں اور کردوں، اریڈاول،
ناماہو نوٹوں اور Witotos ہیں۔ اسی طرح بیوی کے مرنے پر
اور بعض وقت بیوی کے ساتھ ساتھ اپنی سالی سے شادی کرنے کا
طریقہ بھی نظر آتا ہے۔ اس طریقہ کو sororate یعنی سالی
دواہ کہتے ہیں۔ لڑکی کے ساتھ ساتھ اس کی بہنوں کو بھی شادی کر لینے
کے طریقہ کو sororal polygyny کہتے ہیں سالی دواہ کی
مثالیں کھریا قبیلہ میں اور کروں میں نظر آتی ہیں۔ سالی دواہ کی ایک
اور نوعیت وہ ہے جب کہ کوئی مرد اپنی سوتیلی لڑکی (بیوی کے پہلے

شوہر کی لڑکی، سے شادی کرتا ہو۔ اسی طرح ہندوستان کے بعض قبیلوں میں ایک عورت کو اپنے سوتیلے لڑکے سے شادی کر لینے کی اجازت تھی۔

Tree marriage
درخت دواہ

شادی سے پہلے کسی درخت سے شادی کرنے کا رواج بھی بعض قبیلوں میں نظر آتا ہے اس کی بڑی وجہ سمجھی تو یہ ہوتی ہے کہ لڑکے یا لڑکی کے ستاروں کو ٹھیک نہیں سمجھتے اور اس بات کا اندیشہ پوبحہ رہتا ہے کہ شادی کے ساتھ ہی ستارہ کے خراب ہونے کی وجہ سے لڑکا یا لڑکی مر جائیں گے۔ اس لئے پہلے کسی درخت کے ساتھ بیاہ رچایا جاتا ہے بعض وقت تیسری شادی کی منحوسیت سے بچنے کیلئے دولہا کسی درخت سے شادی کرتا ہے اور اس کے بعد لڑکی سے شادی کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ تیسری شادی چوتھی شادی بن جاتی ہے۔ شادی بیاہ کے تمام رسومات درخت کے ساتھ شادی کرتے وقت بھی کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کسی شخص کے بن بیاہے مر جانے پر اس کی روح کو شادی کی خواہش میں بھٹکنے سے بچانے کے لئے ghost marriages رچائے جاتے ہیں جس کے بعد ان کا خیال ہے کہ اس طریقہ سے ایسی روحیں اپنے اصلی مقام کو واپس چلی جاتی ہیں۔

Youth houses

Dormitories
کنوار گھر

بعض قبیلوں میں غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے Dormitories

کنوار گھر بنائے جاتے ہیں کہیں دونوں کے لئے ایک اور کہیں کہیں علیحدہ کنوارہ گھر لڑکیوں کا رواج ہے۔ بستار کے ماریا گونڈوں میں ان کا نام ghotul grah گو تھل گرہ ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں بڑی رات گذرنے تک ایک ساتھ رہتے۔ ہنستے کھیلتے، لڑکیاں اپنے ساتھیوں کی مالش کرتی اور بعد میں دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں آسام کے سیمانا گاؤں میں ان کا نام maewuf ہے۔ نیلور جنگل کے بٹاڈ جین (Betta and jenu Kurumba کرمباؤں میں دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان ہوتے ہو؛

ناگا chittelperi اور Bongeri قبیلوں میں مردوں کا گھر Khuchi اور لڑکیوں کا loiehi کہلاتا ہے۔ سیمی اور رنگما ناگاؤں میں بعض مرتبہ لڑکے اور لڑکی کے لئے ایک ہی مکان ہوتا ہے جس میں مرد اوپر کے پلیٹ فارم پر اور عورت نیچے کے پلیٹ فارم پر سوتے ہیں۔ غرض اسی قسم کے کنوار گھر، کلب، secret society مفاتتے بھی ہوتے ہیں جہاں لوگ ڈسپلن سیکھنے ذمہ داریوں کا احساس ان میں پیدا ہوتا، ریت رواج سے واقف ہوتے اور اپنی شریک حیات کو چن سکتے ہیں۔

بعض اہم رسوم پیدائش، بیاہ نہ ہونے، شادی بیاہ اور موت کے وقت کے رسوم لگ بھگ ہر سماج میں اہم ہوتے ہیں۔ پیدا ہونے کی اہمیت بعض میں نہیں بھی ہوتی کیونکہ اس کا اثر آبادی کے بڑھنے اور گھٹنے اور خوشحالی پر بھی پڑتا ہے۔ اس لئے پچھلے زمانہ میں آبادی کو بڑھنے نہیں دیا جاتا تھا۔

اس کے لئے نو تولید یافتہ بچوں اور بچیوں کو مار ڈالنا ضروری سمجھا جاتا تھا اسی طرح گنڈا کے گنڈاؤں میں لڑکوں کو مارنے کا طریقہ تھا۔ جس کی وجہ عورتوں کی تعداد بڑھنے لگی اور ایک مرد کو کئی بیویاں رکھنے کا حق دیا گیا اور ٹوڈا جیسے قبیلہ میں لڑکیوں کو مار ڈالا جاتا تھا جس کی وجہ سے شاید کئی مردوں کے بیچ ایک یا دو بیویاں ہوتی ہیں۔ وسط آسٹریلیا کے ارنڈا قبیلہ کے لوگ بچہ کی پیدائش کو اس لئے اہمیت نہیں دیتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ چرنگا یعنی کسی مرے ہوئے آدمی کی روح اس بات کی متلاشی رہتی ہے کہ کسی عورت کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔ اس لئے بچہ کی پیدائش کسی مرد یا عورت کے میل کی وجہ نہیں بلکہ چرنگا کے داخل ہونے کا نتیجہ ہے۔ ان کے پاس بھی نئے پیدا ہونے والے بچہ کو مار کر اس کا گرم گرم خون دوسرے بچہ کو پلانے کا طریقہ ہے تاکہ وہ طاقتور و مضبوط بن سکے۔ مرڈک کے بیان کے مطابق میکسیکو کے Aztec ازٹک قبیلہ میں کئی تہواروں کے موقعوں پر دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بچوں کی قربانی دی جاتی تھی۔

پیدائش کے بعد جوان ہونے تک ایک اہم رسم ختنہ (circumcision) کی ہوتی ہے۔ ارنڈاؤں، تنزانیوں اور پچھمی افریقہ کے (Dahomeans) داہومیوں میں یہ رسم رائج ہے۔ اور پانچ کے (incisor Teeth) دانت اکھاڑنا ارنڈاؤں میں، جسم پر گھاؤ بنا کر ان میں رنگ بھرنا، چھید کرنا اور سیانگوں میں جسم کو گندھانا، ٹوڈاؤں میں کان کی لوکیوں میں چھید کرنا اکثر قبیلوں میں رائج ہے۔ بچہ پیدا ہونے، جوان ہونے اور شادی بیاہ کے

وقت جو رسوم منائے جاتے ہیں وہ بھی دنیا کے اکثر قبیلوں اور ذاتوں میں مختلف قسم کے ہوتے ہیں کہیں سن بلوغ کو پہنچنے کے ساتھ ہی بہت سخت مرحلوں کے ساتھ گزرنا پڑتا ہے۔ کہیں پر اپنے جوڑے کو چننے کی پوری آزادی ہوتی ہے اور شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکیاں آپس میں مل سکتے ہیں تو کہیں ان پر سخت قسم کی پابندیاں عاید ہیں۔ اندرونی جاپان کے اینو قبیلہ میں بچہ پیدا ہونے کے بعد ماں کے ساتھ ساتھ باپ پر بھی پابندیاں ہوتی ہیں چھ دن کے اندر ماں کو گھر کے کاروبار کے لئے آزادی دیجاتی ہے مگر باپ کو بارہ دن تک پلنگ پر پڑا رہنا پڑتا ہے کیونکہ قبیلہ والوں کا خیال ہے کہ ماں کے پیٹ سے بچہ اگر جسم لیکر نکلتا ہے تو باپ سے روح اور عقل ملتی ہے۔ اس رسم کو (Couvade) کی رسم کہتے ہیں۔

موت کے وقت کے رسوم بھی اکثر قبیلوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ بعض قبیلوں میں یہ اعتقاد ہے کہ جسم کو چھوڑنے کے بعد روح اپنے مکان کے آس پاس گھومتی رہتی ہے اور کبھی چند دن کے بعد تو کبھی سال ڈیڑھ سال تک وہ اپنا مقام نہیں چھوڑتیں۔ اس لئے بعض قبیلوں میں دو مرتبہ میت کے رسوم کئے جاتے ہیں۔ دفناتے وقت اور مرنے کے ۱، ½۱ سال بعد۔ مثلاً وسط آسٹریلیا کے ارنڈا ذات میں مردے کو دفنا دینے کے بعد اس کی جھونپڑی کو خالی کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام اثاثہ وہیں چھوڑ کر اس کو آگ لگا دی جاتی ہے۔ جس وقت مرنے والے کا افسوس جاری رہے کوئی شخص اس کا نام نہیں لے سکتا کیونکہ اس صورت میں اس کی روح ان کے تکلیف کا باعث بن سکتی ہے

دوسری رسم تقریباً ۱½ سال بعد ہوتی ہے جب کہ مرنے والے کے رشتہ دار اس جلی ہوئی جھونپڑی کے پاس جاتے، وہاں خوب ناچتے گاتے بجاتے اور چیختے چلاتے اور اپنے ہتھیاروں کی آوازیں کرتے ہیں، تاکہ مرے ہوئے شخص کا بھوت یا روح بھاگ جائے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرے۔ ٹوڈوں میں بھی دو مرتبہ موت کے رسومات ہوتے ہیں۔ ایک green کہلاتا ہے دوسرا dry۔ بچوں کی صورت میں دونوں رسومات ایک ہی روز ختم ہو جاتے ہیں مگر بڑوں کی صورت میں مرنے کے فوراً بعد پہلی اور دوسری رسم ایک عرصہ کے بعد کی جاتی ہے۔ دوسری رسم زیادہ اہم ہوتی ہے۔ بہار کے (Ho) ہو قبیلہ میں بھی بعد کی یہ رسم جو Jangtopa جنگ ٹوپا کہلاتی ہے اور جس کو Topam Topam, Jang Topam کی سی دھیمی دھیمی آوازیں نکالکر بھگا دیا جاتا ہے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہی وہ دن ہے جب مرنے والے کی روح بونگا (B-onga) سے جاکر مل جاتی ہے۔

سماجی تنظیم کی یہی نوعیتیں زیادہ اہم مانی جاتی ہیں۔

باب (۷)

خام تمدنی مذہب

(Primitive Religion)

ویسٹر مارک کے نزدیک فوق فطری قوتوں میں اعتقاد کا نام مذہب ہے۔ یہ قوتیں وہ ہیں جن پر انسان اپنے آپ کو بالکل منحصر تصور کرتا ہے اور اس لئے ان کی مرضی کے مطابق اور انہیں خوش کرنے کے لئے وہ ان کی عبادت کرتا، انہیں پوجتا اور ان کو عزت دیتا ہے۔
ڈاکٹر فریزر کہتے ہیں انسان سے برتر ایسی قوتوں سے مطابقت کا نام مذہب ہے جن کے بارے میں یہ اعتقاد ہو کہ وہ نیچر اور انسان دونوں کی نگرانی کرتی اور انہیں راستہ دکھاتی ہیں۔

مذہب کی ابتدا کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ انسان کو قدم قدم پر مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کبھی کبھی معاشی پریشانیاں اس کو ستاتی ہیں، کبھی بیوی بچوں کے دکھ درد اس کو تکلیف دیتے ہیں، کبھی روگ بیماریوں سے اس کو کشمکش کرنی پڑتی ہے اور سب سے بڑھ کر اس کو اپنی موت کے نام ہی سے گھبراہٹ

محسوس ہوتی ہے۔ انسان دکھ نہیں چاہتا سکھ چاہتا ہے، صعوبتیں نہیں چاہتا آرام چاہتا ہے، بیماری نہیں چاہتا صحت چاہتا ہے، موت نہیں چاہتا زندگی چاہتا ہے۔ وہ امن سے زندگی گذارنا چاہتا ہے، ایک شانت جیون بسر کرنا چاہتا ہے، ایک خوشگوار زندگی اس کا آخری مقصد ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کی قسمت میں بدھاتا نے موت لکھی ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے سامنے مرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ عزیز و اقارب، دوست آشنا کے مرنے کی خبریں بھی کبھی کبھی سنتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کو بھی کسی نہ کسی دن دنیا کو چھوڑنا پڑے گا۔ پھر بھی وہ موت نہیں چاہتا، موت کے نام ہی سے اس کے دل میں گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔

خام تمدنی عہد میں انسان کے لئے موت بہت آسان تھی۔ آج کی سی سہولتیں اور آرام ان دنوں انسانوں کو کہاں نصیب تھا۔ چاروں طرف جنگل ہی جنگل، اونچی شیطانی قد کی چٹانیں اور پہاڑیاں، شیر، چیتے، سانپ جیسے جنگلی، بھیانک اور زہریلے جانور، گرتے ہوئے آبشار، ابلتے ہوئے آتش فشاں، گڑگڑاتی بجلی، گرجتے بادل اور سب سے بڑھ کر جنگل کا وہ سناٹا اور وہ سونا پن، رات کا وہ گھپ اندھیرا، کیا یہ انسان کے دل میں ہیبت پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں تھے؟ ان سے جان چھڑائی تو غریب انسان کو پھر بھی کہاں سکھ حاصل ہو سکتا تھا؟ اپنوں کی خود غرضیاں، بیگانوں کی دشمنی اور پردیسیوں کے حملوں سے پھر بھی اپنی جان بچانا اس کے لئے بہت مشکل تھا۔ یہی ڈر تھا، یہی خوف تھا، یہی ہیبت تھی، یہی مصیبت

نجات پانے کی یہی تمنا تھی، خوشی حاصل کرنے کی یہی امنگ، دکھ درد اور بیماری و موت سے بچنے کی آرزو جس نے انسان میں مذہب کے جذبہ کو پیدا کیا۔ وہ فطرت کا پجاری بنا، دیوتاؤں کا اپاسک آبشاروں و پہاڑوں کے سامنے اس نے منت سماجت کی، بے جان پتھروں کے آگے اس نے سر جھکایا، روحوں کو اس نے منایا، بھوتوں کو اس نے بھگایا، غرض کبھی ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر، کبھی ان سے بچنے کی کوشش میں کبھی ان پر عبور حاصل کرنے کی غرض سے تو کبھی ان تک پہنچنے کے لئے ہمیشہ ایک نئی تدبیر، ایک نئی کھوج، ایک نئی کوشش پر عمل کرتا رہا۔ اس کی یہ کوشش کبھی مذہبی خیالوں کی شکل میں ظاہر ہوئی، کبھی جادو ٹونے کی صورت میں۔ یہی حالات تھے، یہی وجوہات تھے جنکی بنا پر لوگ کہتے ہیں مذہب شروع پذیر ہوا ہوگا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

وسٹرمارک کے نزدیک فوق فطری قوتوں میں اعتقاد کا نام مذہب ہے۔ یہ قوتیں وہ ہیں جن پر انسان اپنے آپ کو بالکل نربھر سے تصور کرتا ہے اور اسی لئے ان کی مرضی کے مطابق اور انہیں خوش کرنے کے لئے وہ ان کی عبادت کرتا اور انہیں پوجتا اور ان کو عزت دیتا ہے۔ ڈاکٹر فریزر کہتے ہیں کہ انسان سے برتر ایسی قوتوں سے مطابقت کا نام مذہب ہے جن کے بارے میں یہ اعتقاد ہو کہ وہ نیچر اور انسان دونوں کی نگرانی کرتے اور انہیں راستہ دکھاتے ہیں۔

یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ فوق فطری قوت کے کیا معنی ہیں۔ دنیا کے تقریباً تمام حصوں میں اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ یہ ایک قسم

کی قوت ہے جو انسان کے لئے بجلی کی طرح، بری بھی ہو سکتی ہے اور اچھی بھی، اس لئے نہ تو اس کو ہم آسانی سے نظر انداز ہی کر سکتے ہیں اور نہ بغیر اچھی طرح سوچے بچارے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔ انسان میں ڈر پیدا ہونے کی وجہ سے فوق فطری قوت کی یہی خصوصیت، اس کو انسان کی نظر میں متبرک بنا دیتی یا اس میں پوتر تا پیدا کر دیتی ہے مختلف تمام تمدنی قبیلے فوق فطری قوتوں کو طرح طرح کے نام دیتے ہیں نیوزی لینڈ اور ملانیشیا کے مادری اس کو mana کہتے ہیں، اراکوائے (Iroquois) اس کو ارنڈا (Orenda) کہتے ہیں اور شمالی امریکہ کے لوگ اس کو سیوں (siouan) کا نام دیتے ہیں۔ اتری جاپان کے اینو قبیلہ والے کیمو (Kamui) ہیو جگل کے جین کرہا ہتیا (Hellayya) استعمال اور ہو اس کو (bonga) بونگا اور دکن کے چیچوا اس کو "بھگونترد" کہتے ہیں۔ چینیوں کے chins نجیوں کے (Kalm) سب اسی کے مختلف نام ہیں نئی دنیا میں ہماری (Kismet) یا قسمت بھی اسی کا دوسرا نام ہے۔ "Animism" "روح پرستی"

فوق فطری

ان قوتوں کی ایک صورت تو وہ ہے جس میں غیر معمولی چیزیں شامل ہیں جیسے مرے ہوئے لوگوں کی روح، شیطان، بھوت وغیرہ ٹائلر کے خیال کے مطابق قدرتی ماحول اور مختلف مادی چیزوں میں لوگوں کا اس طرح کسی نہ کسی طاقت یا روح کو دیکھنا ان کی روح پرستی (animism) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس قسم کی نیچری طاقتوں کی تقسیم ہم یوں کر سکتے ہیں۔ Tylor

نیچری طاقتوں کی تقسیم

ا۔ بے جان چیزوں کی پرستش۔

Prayer of inanimate

(۱) زمین (۲) پانی (۳) پتھر اور پہاڑ (۴) آگ (۵) سورج، چاند اور تارے۔

۲۔ جاندار چیزوں کی پرستش

(۱) جانور (۲) درخت (۳) انسان۔

خاص بات یہ ہے کہ جہاں جیسے حالات ہوتے ہیں وہاں کی نیچری طاقتیں بھی اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً میدانی علاقوں میں پہاڑوں کے دیوتا نہیں ہوتے، کم پانی والے علاقوں میں دریائی دیوتا نہیں ہوتے اور جہاں سمندر نہیں وہاں سمندری دیوتا نہیں نظر آتے۔

زمین یا دھرتی کی پوجا بہت قدیم زمانہ سے ہوتی ہے چونکہ شکار جگ سے لیکر کھیتی باڑی کے دور تک انسان کو صرف دھرتی کی اشیا پر زندگی گذارنا پڑتا تھا، اس لیئے اس زمانہ میں اس کی اہمیت کو محسوس کیا جانے لگا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کو "ماں" کا نام دیا گیا اور اپنے مطلب کے کام لیتے وقت اس کو خوش کرنے کے لیئے اس کی پوجا کی جاتی اور قربانی بھی دی جاتی رہی۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں میکسیکو میں ایک عورت کا سنگار کرکے اس کو یہ سمجھتے ہوئے قتل کیا جاتا کہ وہی دھرتی کا روپ ہے۔ جزائر فلپائن میں دھان بونے کے وقت ایک غلام کی قربانی ضروری تھی۔ یہی طریقہ اب معمولی قربانیوں کے روپ میں بدل گیا ہے اور خود ہندوستان میں بونے، فصل کے تیار ہو جانے اور کاٹنے کے وقت معمولی جانور جیسے سور اور مرغیوں کی قربانی دی جاتی ہے۔ اسی طرح دریاؤں، چشموں، تالابوں اور کنوؤں کو بھی متبرک مانتے ہیں۔ دریاؤں کو "باپ"

اور "ماں" کا درجہ دیا گیا ہے اور لوگوں کا یقین ہے کہ بعض دریاؤں میں نہانے سے پاپ دھل جاتے ہیں۔ پتھر اور پہاڑ بھی قدیم زمانہ سے پوجے جاتے رہے ہیں۔ خاص قسم کے پتھروں کو نہ صرف پوجا جاتا بلکہ انہیں نظر دور کرنے کے لئے استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ آگ جو چیزوں کو جلا دیتی اور انہیں دھوئیں میں بدل کر ہوا میں پھیلا دیتی یقیناً قبیلوں کی شکل میں ایک جاندار چیز سمجھی جاتی۔ پاپوواں ہمیشہ ایک جلتی ہوئی مشعل ساتھ رکھتے ہیں۔ ملایا میں چولھے پر سے اگلنا گناہ ہے، ٹوڈوں میں دیا بارنے سے پہلے اس کی پوجا کرلی جاتی ہے۔ پارسیوں اور ہندوؤں میں بھی آگ کو متبرک مانتے ہیں۔ سورج، چاند ستارے بھی پوجے جاتے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جانوروں میں سانپ، گائے، بیل، بلی اور بعض قبیلوں میں شیر، ببر بھی پوجے جاتے ہیں۔ قبیلوں میں نہ صرف ان کی اہمیت بحری قوت ہونے کے اعتبار سے ہے بلکہ مختلف جانوروں کا تعلق پیدائشی قبیلہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے علیحدہ علیحدہ جانوروں کی ٹوٹمی قوتیں کام کرتی رہتی ہیں۔ بعض مرتبہ درختوں خاص طور پر پھولوں سے لدے ہوئے جھاڑوں کی شکل میں ان کی پوجا ہوتی ہے۔ بعض قبیلوں میں ان کی پوجا اس لئے ہوتی ہے کہ درختوں پر مرے ہوئے لوگوں کی روحیں رہتی ہیں۔ بعض ایسی قوتیں بھی ہوتی ہیں جو قبیلوں کی نظر میں اپنی کوئی شکل نہیں رکھتیں مگر پھر بھی انسانوں کو ستاتی رہتی ہیں۔ دنگیمانا گاؤں میں بھی ایسی ہی قوت ہے جو لوگوں کا نام لیکر پکارتی ہے مگر کسی کو نظر نہیں آتی، جس شخص کا

نام لیکر یہ پکارے اس کا مرنا یقینی ہے، موت سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس غیبی قوت کو خوش کرے۔ بعض قبیلوں میں یہ خیال عام ہے کہ ہر شخص کے دو جسم ہوا کرتے ہیں ایک وہ جو سب کو نظر آتا ہے۔ دوسرا وہ جو اپنی اصلی شکل میں کسی کو نظر نہیں آتا۔ یہی دوسرا جسم جو کبھی کبھی انسان کو سوتا ہوا چھوڑ کر دوسری دنیا کا چکر لگاتا رہتا ہے جس کی وجہ انسان کو مختلف خواب نظر آتے ہیں۔ اس دوسرے جسم کی وجہ سے ہر جاندار زندہ رہتا ہے جب یہ مستقل طور پر کسی جاندار کے جسم کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو صرف چھائیں یا پرچھائیں کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اس دوسرے جسم کے مختلف نام ہیں۔ بعض قبیلے جان، روح، دل سانس اور انسانی پرچھائیں میں کوئی فرق نہیں کرتے، مثلاً افریقہ کے بنٹو قبیلہ کے لوگ روح کو چھاؤں کا نام ہی نہیں دیتے بلکہ سمجھتے ہیں کوئی شخص اگر دریا کے کنارے چلے تو یقیناً اس کی چھاؤں کو مگرمچھ پکڑ لے گا اور اس طرح خواہ مخواہ اس کی موت واقع ہو جائیگی۔ اس قبیلے کے لوگ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو کہتے ہیں اس کا دل چلا گیا اور جب کوئی مرنے کی حالت سے چنگا ہونے لگتا ہے تو کہتے ہیں "اس کا دل آرہا ہے"۔ ملایا اور جاوا کے چند قبیلوں میں سانس اور روح میں کوئی فرق نہیں کیونکہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کے نتھنوں یا منہ سے کوئی چیز باہر نکل آتی ہے جو مرنے والے انسان کی سی شباہت رکھتی ہے جس کو وہ دیکھ تو نہیں سکتے مگر دھندلا سا جولیو یا سانس کا نام دیتے ہیں۔ اکثر اوقات مختلف چیزیں، خاص مقصد

اور غرض کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً امیولیٹس (amulets) تعویذ
میں وہ چیزیں داخل ہیں جو "lucky piece" کے طور پر
یا انسان کو خوش قسمت بنانے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ خاص نگوں
کی انگوٹھیاں نظر بد سے بچنے کے لئے نظر توڑ پتھر، کالے دھاگوں
کا استعمال وغیرہ۔ (Fetishism) ان مادی چیزوں کا نام ہے
جن میں کسی دیوتا یا طاقت نے جگہ بنا لی ہو۔ لہذا جب تک
لوگوں کا اس بات پر یقین ہو کہ کسی خاص چیز میں کوئی خاص قوت
ہے تو وہ اس کو متبرک مانتے، اپنے پاس رکھتے اور اس کو عزت
دیتے ہیں۔ اس کے برعکس idols یا مورتیاں ہیں جو خود
دیوتاؤں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ کسی دیوی یا دیوتا کی باضابطہ مورتی
بنائی جاتی ہے مگر چیز پرستی میں کسی خاص شکل بناوٹ کی ضرورت
نہیں۔ مذہبی اعتبار سے بعض مذہب کے ماننے والے صرف ایک
خدا کی قوت کو مانتے ہیں اس کو ہم (monotheism) یا ایک خدا
خدائی طریق کہتے ہیں۔ بعض دو خداؤں میں یقین رکھتے ہیں ایک
جو نیک ہوتا ہے دوسرا جو بد ہوتا ہے۔ لہذا انسانی خوشی اسی
میں ہے کہ دونوں کو خوش رکھے۔ چنانچہ سنتھال اور ہو قبیلوں
میں لوگوں کو تکلیف پہنچانے والے کئی (bonga) قوتیں ہیں مگر
ان سب پر حاوی بڑی قوت جو نیک ہے "مرم بنگا" کی ہے۔
دو خداؤں میں یقین رکھنے کے طریقے کو (dualism) د
کہتے ہیں۔ بعض لوگ کئی خداؤں میں یقین رکھتے ہیں۔ اس کو
(polytheism) کئی خدائی طریق کہتے ہیں۔ ایک اور صورت

بھی ممکن ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ ایک ایک خدا ہے اس طریقہ کو (henotheism) کہتے ہیں۔

جادو Magic فطری قوتوں پر قابو پانے کے دو تین طریقے دیکھے جاتے ہیں۔ سب سے پہلا طریقہ وہ ہے جب کہ ان قوتوں پر کنٹرول نگرانی کے ذریعہ قابو پایا جائے۔ خاص قسم کے طریقے اختیار کر کے فوق فطری قوتوں پر اس طرح قابو حاصل کرنے کی کوشش کرنا کہ ان سے اپنا مطلب نکل آئے، اس کو ہم جادو کہتے ہیں۔ جادو کے طریقہ میں انسان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ فطری یا فوق فطری چیزوں یا انسانوں پر فوق فطری طریقوں سے اثر کرے۔ مگر فطری قوتوں اور فوق فطری طاقتوں پر کنٹرول حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لیے بڑے ریاض، بڑی سادھنا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر شخص جادوگر نہیں بن سکتا۔ کبھی تو کبھی کئی دن برت رکھنا ہوتا ہے، کبھی مجرد زندگی گذارنی پڑتی ہے اور کبھی بعض غذائیں استعمال کرنا ان کے لیے ممنوع ہوتا ہے۔ برت رکھنے سے جادوگروں پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ اسی حالت میں فطری قوتوں سے میل پیدا کرتا ہے اور اسی حالت میں وہ کبھی کبھی پیشین گوئیاں کرتا نظر آتا ہے۔ باضابطہ تعلیم و ٹریننگ اور مشق کے بعد جادوگروں میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جادو کا عمل کر سکیں۔

جادو اور مذہب ایسی کوئی تعریف نہیں حالانکہ بہت سی تعریفیں ہیں جن سے ہم بالکل ٹھیک ٹھیک سمجھا سکیں کہ مذہب

اور جادو میں کیا فرق ہے پھر بھی بعض خصوصیتیں ان دونوں میں
بالکل واضح ہیں جو ان کی نوعیتوں کو ظاہر کر سکتی ہیں ایک آسان
تعریف دونوں کی یہ کی جا سکتی ہے کہ جادو نا معلوم طاقتوں کو مجبور
کرنے کا ایک طریقہ ہے اور مذہب ان طاقتوں کو منانے کا
لیکن جہاں یہ دونوں نوعیتیں مل جائیں، وہاں ان میں فرق کرنا مشکل ہے
فرق حسن کو جانچنے والی آنکھ کی طرح، دیکھنے والی آنکھ میں ہوتا ہے
کئی قبیلوں میں مذہب اور جادو میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا یا بہت
کم فرق کیا جاتا ہے۔ مذہب کو جادو کا یا جادو کو مذہب کا
ایک جزو سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ بتانا بڑا مشکل ہے کہ کہاں پہ مذہب
ختم ہوتا ہے اور کہاں سے جادو کی ابتدا ہوتی ہے۔ کئی دھرم اپنے
رسم و رواج میں جادو کو شامل کر لیتے ہیں اور کئی جادوی اعمال
مذہبی افکار ہی کا نتیجہ ہیں۔ مگر جب ہم مذہبی اصولوں اور جادو کے
چلن کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بعض فرق بہت واضح معلوم ہوتے
ہیں۔ خام تمدنی مذہب بھوتوں، روحوں، ان دیکھی قوتوں پر اعتقاد
کا نام ہے اور جادو اس قوت کا جو انہیں زیر کرنے کے لئے کام میں
لائی جاتی ہے۔ جادو اور مذہب دونوں میں جذباتی قصے یا دیو
مالائیں ہیں۔ دونوں میں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے طریقے
ہوتے ہیں اور دونوں میں بعض ایسی پابندیاں ہوتی ہیں جن پر عمل
کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر دونوں میں بعض واضح فرق بھی ہوتے ہیں
سب سے واضح فرق میلنوسکی (Malinowski) کے لفظوں
میں یہ ہے کہ:-

"Within the domain of the sacred magic is a practical art consisting of acts which are only means to a definite end expected to follow later on; religion is a body of self contained acts being themselves the fulfillment of purpose."

کہ پاک قوتوں کے حدود سرحد میں جادو ایک عملی فن ہے جس میں وہ اعمال شامل ہوتے ہیں جو صرف ذریعہ ہوتے ہیں کسی مقصد کو حاصل کرنیکا جس کا یقین ہوتا ہے کہ وہ آگے جا کر ظاہر ہو جائیں گے۔ مذہب مجسمہ ہے خود موجودہ اعمال کا جو اپنے مقصد کو پورا کر لیتے ہیں۔

اس کی توضیح یوں کی جا سکتی ہے۔ جادو ایک سادہ طریقہ ہوتا ہے انسان کو اپنی قوت پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ خاص طریقوں پر عمل کرنے سے خاص قسم کے نتیجے نکال سکتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اگر ایک خاص نوعیت کا عمل وہ کرے تو اس کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ کسی خاص قوت کو وہ مرعوب کر لے گا۔ مذہب میں اس کے برعکس پوری فوق فطری قوتیں شامل ہوتی ہیں جیسے بھوت، شیطان اور روحیں، قبائلی نشان والی (ٹوٹمی) قوتیں، بچانے یا نگرانی کرنے والی روحیں قبیلوی دیوتا اور مستقبل کی زندگی کا پس منظر جس کے تحت انسان انہیں خوش کرنے یا منانے کی کوشش کرتا ہے۔ مذہب کی دیومالا پیچیدہ اور کافی طویل و جاندار ہوتی ہے۔ مختلف عقیدوں کے تحت یہ بنتی ہے اور دیوتاؤں، داسیوں، شیطانوں کے قصوں سے بھرپور۔ اس کے برعکس جادو میں انسانی کارناموں اور کامیابیوں کا نام دیومالا ہے جو مختلف زمانوں میں حاصل ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے جو

طریقے جادو کے نظر آتے ہیں وہی اب بھی موجود ہیں لیکن وہ نسل خاص اعمال اور طریقے لوگ اپنے آباؤ اجداد سے سیکھتے جاتے اور اس میں مہارت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جادو کے طریقے ہر آدمی کے سیکھنے کے نہیں ہوتے چند افراد انہیں سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مذہب میں عام تمدنی اعتبار سے ہر شخص مساوی اور کافی حصہ لیتا ہے۔ تمام یا اکثر مذہبی طریقوں پر قبیلہ کا ہر رکن عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ ہر آدمی دوسرے آدمی کے مرنے پر روتا، اس کے لئے قبر کھودنا، اسے دفنانا اور دفنانے کے بعد کے رسوم انجام دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دوسرے لوگ بھی اسی عمل کو دہرائیں گے۔ غرض مذہبی اعتقادوں کے ماننے سے مطلب کسی پیشہ کے نہیں ہوتے۔ جادو سے مطلب چند لوگوں کے خاص اعمال اور طریقے ہوتے ہیں جو فوق فطری قوتوں پر عبور حاصل کرنے کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں اور قبیلوں میں انہیں پیشوں کی طرح کام میں لایا جاتا ہے۔ چنانچہ آج بھی جادو کا عمل کرنیوالے اپنے معتقدوں کو ٹھگتے، دھوکا دیتے اور ان سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھاتے ہو خوب پیسہ کماتے ہیں۔

ایک اور فرق مذہب اور جادو میں یہ ہے کہ جادو میں اچھائی و برائی دونوں بھی شامل ہوتے ہیں۔ جب جادو اچھے مقاصد حاصل کرنے کے لئے ذریعہ بنایا جاتا ہو مثلاً بری قوت سے بچنا، یا اس کے اثر کو کم کرنا یا دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر

خود فائدہ حاصل کرنا تو اس کو protective magic کہتے ہیں۔ جادو کے ذریعہ کھیتوں کی زرخیزی کو بڑھانا آگ اور جنگلی جانوروں سے ہرے بھرے کھیتوں کو بچانا یا اپنے جانوروں کو شرو جنوں سے بچانا جب جادو کا مقصد ہو تو وہ protective magic ہوا۔ اس کے برخلاف اگر اس کا مقصد دوسروں کو نقصان پہنچانا ہو تو اس کو black magic کہتے ہیں۔ جیسے بعض صوفی اور عامل گنڈے تعویز بری قوتوں سے بچنے کے لئے دیتے ہیں تو بعض برے ارادوں کو پورا کرنے کی غرض سے سفلی عمل کرتے رہتے ہیں۔ غرض جادو کے اچھے اور برے دونوں قسم کے مقاصد ہوتے ہیں۔ مذہب کا مقصد صرف ایک ہوتا ہے نیکی، نیک نیتی اور صداقت۔

ہومیوپیتھی اور کنٹیجیس جادو

جادو کی دو اہم قسمیں فریزر نے بیان کی ہیں۔ ایک جس کو Homoepathic یا Imitative magic کہتے ہیں اور دوسری جو Contagious جادو کہلاتی ہے۔ پہلی قسم میں عام طور پر جادوی عمل کرنے والوں کا خیال ہوتا ہے کہ like produce like یعنی ایک چیز اپنی ہی جیسی چیز کو پیدا کرتی ہے یا یہ کہ اثر اپنی وجہ سے مشابہ ہوتا ہے اور دوسری قسم میں لوگوں کا یقین ہوتا ہے کہ جو چیزیں پہلے ایک دوسرے کے ساتھ میل کھا چکی ہوں وہ دور رہنے کے باوجود ایک دوسرے

پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں چاہے ان کا جسمانی تعلق باقی نہ رہے۔

جادوگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ صرف کسی چیز کی نقل اتار کر ہی، کسی قسم کا اثر پیدا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض لوگ کسی آدمی کی شکل بنا کر اس کو تکلیفیں دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس شخص کو بھی تکلیف ہو رہی ہوگی۔ شمالی امریکہ کے انڈین ریت، راکھ یا مٹی پر اپنے دشمن کی تصویر اتار کر یا کسی بھی چیز کو اس کا جسم سمجھتے ہوئے اس میں تیز ہتیار چبھو کر یا دوسری قسم کی تکلیفیں دیکر یقین کر لیتے ہیں کہ وہی تکلیف ان کے دشمن کو بھی ہو رہی ہوگی۔ اسی طرح بعض اور قبیلے کے لوگ اپنے دشمن کی تصویر بنا کر، اس کے دل میں سوئیاں چبھوتے یا تیریں مار کر سمجھتے ہیں کہ جس جگہ سوئی یا تیر چبھوئی گئی ہے، اسی جگہ ان کے دشمن کو بھی تکلیف ہو رہی ہوگی اور اگر دشمن کو مارنا ان کا مقصد ہو تو وہ اسی وقت منتر پڑھتے ہوئے اس شکل کو جلا دیتے یا دفنا دیتے ہیں۔ اکثر قبیلوں میں بارش نہ ہونے کی صورت میں جس طرح بارش کو لانے کی خاطر جادوئی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، ان کا تعلق ہومیوپیتھی جادو سے ہے۔ آسٹریلیا کا آدی باسی منہ میں پانی بھر کر چاروں طرف منہ سے پچکاری مارتا ہے۔ اس کے بعد سمجھتا ہے کہ بارش ضرور ہوگی۔ ہوپی اسی طرح بادلوں کی تصویر اتارتے اور اس پر پانی ڈالتے ہیں اور اس کے بعد سمجھتے ہیں کہ بارش ضرور ہوگی۔ جون ۱۹۴۸ء کے Man in India آخری صفحوں میں گنیش چوبے جی کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ کیونکر بارش کو گرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ "گجرات میں جب کہ ذشتہ پہ

بارش نہ ہو تو گاؤں کی عورتیں خاص طور پر مزدور پیشہ مثلاً، کرمی انیبا، کہار، چمار، شرھوا در دھنکھ ایک باڈی پر آدھی رات کے قریب جمع ہو کر چند مینڈکوں کو پکڑ کر ہانڈی میں بند کر دیتے ہیں تمام گاوں وہ گاتے ہوئے گھومتی رہتے ہیں۔ مینڈکوں سے بھری ہانڈی ایک عورت کے پاس رہتی ہے۔ کسی گھر پر پہنچنے کے ساتھ ہی اندر سے ایک عورت نکل کر تھوڑا سا پانی مینڈکوں سے بند ہانڈی میں ڈالدیتی اور ہانڈی سے تھوڑا پانی لیکر پوری جھونپڑی پر چھڑک دیتی ہے۔ جیسے پانی گر کر نقل اتار رہی ہو۔ اس کے بعد وہ انہیں کچھ اناج دیدیتی اور عورتوں کی یہ پارٹی دوسرے مکان کا رخ کرتی ہے۔ کئی مکانوں کا دورہ کرنے کے بعد یہ لوگ ایک جھگڑالو عورت کے گھر آتے ہیں جس کو گالیوں کی بوچھار کرنے کی عادت ہے اور اس کے آنگن میں اس ہانڈی کو پھوڑ ڈالتے ہیں اور ہنستے و مذاق کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہی عمل کئی دن تک دہرایا جاتا ہے۔ اتوار یا منگل کی شام کو ایک برہمن بیوہ سے ہل چلانے کی بات چھیڑتی ہے۔ چند عورتیں بیلوں کا کام کرتی ہیں اور برہمن بیوہ ہل ہانکنے والے کا ہل چلاتے وقت بھی گاتے گائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ ایک کنوئیں کے پاس آتے ہیں جہاں ایک لڑکی اوندھے لکڑی کے حمام دستہ پر بیٹھی ہوتی ہے۔ اس کی ہتھیلی میں بندگ ہوتی ہے جس کے مہر پر ایک دیا جلتا رہتا ہے مینڈک کے مہر پر کم کم چڑھا ہوتا ہے۔ چند منٹ کے بعد لڑکی خود سے کانپنے لگتی ہے اور لوگوں کا یقین ہوتا ہے کہ بھگوان اندر اس پر آئے ہوئے رہتا۔ اس حالت میں وہ بیٹھی گری

کرتی ہے کہ کس روز بارش ہوگی۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اس روز بارش یقینی ہوگی۔

دکن میں بھی بارش نہ ہونے کی صورت میں اسی قسم کے ٹوٹکے کئے جاتے ہیں۔ مینڈک کو ہانڈی میں بند کرکے ٹلنگی میں گانا (جس کا ترجمہ دیا جاتا ہے) گاتے ہوئے نکلتے ہیں۔

ماں مینڈک جیتی ہے

گھر بھر کر پانی آگیا

ماں مچھر جیتی ہے۔

(گھر) دو ڈی میں پانی آگیا

ماں تلی جیتی ہے۔

پلنگ کے اوپر پانی آگیا۔

غرض کسی بھی چیز کی نقل اتار کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ بہت سے قبیلوں اور جاتیوں میں پایا جاتا ہے۔ بعض قبیلوں میں ترکاری کے قسم کے پتھر زمین میں گاڑ دیئے جاتے ہیں تاکہ اصلی پودے اگ سکیں۔ بعض قبیلوں میں کسی درخت یا چٹان پر جانور کی شکل بناتے اور اس کے جسم کو تیر سے چھید دیتے ہیں۔ اگر تیر ان کے جسم میں آکر لگے تو یقین کرتے ہیں کہ شکار میں ضرور کامیاب ہونگے۔

ہومیوپیتھی جادو کی ایک اچھی مثال اس بات سے بھی دی جا سکتی ہے کہ کیونکر پرانے زمانہ میں بعض لوگ خاص چیزوں کا استعمال دوا کے طور پر اس لئے کرتے تھے کہ ان کی شباہت بیماری کی شکل سے ملتی تھی۔ یرقان یا پیلیے کے لئے ہلدی کا استعمال عمومی تھا۔

آنکھوں کی بیماری کے لئے euphrasia یا eyebright آنکھ کے نمونے کا پھول استعمال ہوتا تھا جو آنکھ سے مشابہ ہوتا تھا۔

اس کی ایک اور مثال جب کسی آنکھ میں آیرا آجائے تو مریض کانسے کی تھالی یا کٹوری میں پانی ڈال کر اس کو دھوپ میں رکھتا اور ایک ہری چوڑی کو پانی میں ڈبو کر یہ کہتے ہوئے اس چوڑی سے پانی کو آنکھ میں لگاتا جاتا ہے۔

ہے سوریہ نارائن سوامی تمہاری جوت مجھکو دو میری جوت تم کو

لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عمل دو تین روز دہرانے سے آیرا بالکل کٹ جاتا ہے۔

ہومیوپیتھی جادو کے علاوہ دوسری اہم قسم contagious magic ہے۔ جادوگروں کا یقین ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز کسی شخص کے ساتھ پیوستگی میں آچکی ہو تو اس کا یہ تعلق اس سے علیحدگی کی صورت میں بھی باقی رہتا ہے۔ اسی بنا پر یہ لوگ انسان کے جسم خاص طور پر ناخون، بال، دانت خون وغیرہ یا اس کے استعمال میں آئی ہوئی کسی چیز کو مثلاً اس کے پہنے ہوئے کپڑوں کا ایک ٹکڑا حاصل کر کے اس سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جادو کا عمل مری ہوئی گربھ وتی عورت کی کھوپڑی چتا سے جلی ہوئی راکھ پر بھی آسانی سے چلایا جا سکتا ہے۔ اس عمل میں اور زیادہ قوت اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب کہ مرنے والی عورت پہلوٹی زچہ رہی ہو۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ بعض مرتبہ کسی کے نام پر بھی جادو

چلایا جا سکتا ہے۔ اس لئے بعض لوگ اپنے دو نام رکھتے ہیں۔ ایک نام جو سوائے اس شخص اور اس کے والدین کے کسی کو معلوم نہیں ہوتا اور دوسرا اس کا پکارنا نام۔ اصلی نام پر جادو چلایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے یہ نام بہت قریبی رشتہ داروں کے سوائے کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ وسط آسٹریلیا کے ارنڈا قبیلہ میں ہر آدمی کا ایک چرنگا ہوتا ہے اور اس چرنگا کا نام صرف بچہ کے ماں باپ کو معلوم رہتا ہے یا چرنگا کی حفاظت کرنے والے اس آدمی کو جو بستی سے بہت دور کسی جھونپڑی میں چرنگاؤں کو اپنے پاس رکھے رہتا ہے۔ شاید ہندو ذات میں بھی جنم پتریکا بنانے کی ایک وجہ یہی ہو کیونکہ یہاں بھی ایک شخص کے دو نام ہوتے ہیں جن میں ایک کو جنم نام اور دوسرے کو پکارتا نام کہتے ہیں۔ انسانی ناموں کے علاوہ بعض مرتبہ خدا کے نام یا فوق فطری قوتوں سے متعلقہ الفاظ جملے یا منتر بھی بہت راز میں رکھے جاتے ہیں۔ گرو پروہت یا جادوگر اس بھید کو صرف اپنے چیلوں یا شاگردوں کو بتاتا ہے۔ دوسرے اس سے کسی طرح واقف نہیں ہو سکتے کیونکہ راز کی یہ بات اگر سب کو معلوم ہو جائے تو ان کے خیال میں اس کا اثر جاتا رہتا ہے یا فوق فطری قوت پر اس کے برے اثرات پڑ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منتر بتاتے وقت یا گرو منتر دیتے وقت شمن (shaman)

یا گرو چیلے کے کان میں آہستہ سے کچھ کہتے ہوئے پھونکتے ہیں۔

چونکہ جادو کی ان دونوں قسموں میں غلط قسم سے قبیلوں میں یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ انسانی جسم سے علیحدگی کے باوجود ان کا

تعلق یا کچھ نہ کچھ ناتا رشتہ برابر باقی رہتا ہے، یا ایک قسم کی ہمدردی اصلی چیزیں اور اس کی نقلی یا اس سے ہیل کھائی ہوئی چیز کے درمیان برابر باقی رہتی ہے، اس لئے ان دونوں جادو کی قسموں کو ''sympathetic magic'' کا نام دیا جاتا ہے

دوسرے لفظوں میں ''sympathetic magic'' کی دو قسمیں ہومیو پیتھی جادو اور کنٹیجس جادو ہیں - جادو کی یہ دونوں قسمیں علیحدہ علیحدہ اور اکثر اوقات مل کر کام کرتی ہیں۔ مثلاً کسی انسان کو نقصان پہنچانا ہو تو اس کے کسی پہنے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا لیکر اس سے پتلی بنائی جاتی اور اس میں سوئیاں چبھو دی جاتی یا اس کو دفنا دیا جاتا ہے جہاں تک کپڑے کا تعلق ہے یہ Contagious کنٹیجس جادو ہوا اور نقلی طور پر اس سے یعنی پتلی سے بدلہ لینے کی بات تو یہ Imitative magic یا ہومیو پیتھی جادو ہوا۔

فوق فطری قوتوں پر قابو پانے کا ایک اور طریقہ ان سے منت سماجت کرنا اور ان تک پہنچنے کی کوشش کرنا بھی سمجھا جاتا ہے - اس طریقہ میں فطری قوتوں کو مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں منایا جاتا ہے۔ اس کے لئے لوگ کبھی تو انہیں خوش کرنے کے لئے قربانیاں دیتے ہیں، کبھی عبادت کرتے اور پرارتھنا کرتے، آرتی اتارتے، ساشٹانگ دنڈوت پرنام کرتے، ناک رگڑتے پاؤں پڑتے، تپسیہ کرتے، سمادھی لگاتے، کڑی سے کڑی جسمانی و روحانی ایذائیں برداشت کرتے اور بعض لوگ اسی میں اپنی جان کی قربانی دینے کو تک تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ یہی انکی اصلی خوشی ہے۔ اسی میں ان کا نروان چھپا ہے۔

باب (۸)

خام تمدنی آرٹ

(Primitive Art)

انسان حسن پرست ہے اور جو حسن پرست نہیں وہ کم سے کم حسین چیزوں کو ضرور پسند کرتا ہے۔ ایک حسین چیز اس کے دل پر دائمی اثر چھوڑ جاتی ہے۔ وہ انسان نہیں جو حسن و خوبصورتی کو دیکھ کر داد نہ دے۔ نہ کرخت آواز وہ پسند کرتا ہے، نہ بدمزہ چیزیں اس کے دل کو بھاتی ہیں اور نہ بھدی و بری شکلیں اس کے تن کو بھاتی ہیں۔ وہ اپنی ہر چیز میں ایک نزاکت، ایک حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ پرانی چیزوں میں تبدیلی کرتا رہتا ہے اور اپنی ہر نئی چیز میں ایک نیا پن دیکھنا چاہتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کی ہر خواہش کوشش کے روپ میں ظاہر ہوئی، کوشش نے

عملی جامہ پہنا اور انسان جانوروں کی منزل سے آزاد ہو کر اشرف المخلوقات کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ اپنی کوشش و محنت سے انسان نے کٹھنائیوں و مصیبتوں کا سامنا کیا۔ ضروریات نے تعیشات کی جگہ لی۔ نئی سے نئی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز وجود میں آئی۔

اگر فنون کی مختلف چیزوں کا مطالعہ کریں تو ہم چند خاص نتیجے اخذ کر سکتے ہیں۔

(۱) اوزار یا دوسری قسم کی چیزیں اپنے علم ایجاد یعنی طرز بناوٹ کے اظہار کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جیسے بجا شاہ کہانیاں آواز، شکل اور نمونے، چاقو، ہتھوڑیاں رنگ، چکنی مٹی اور چھال وغیرہ (۲) فنون میں مہارت و جانکاری کا ایک نسل و رشتہ لوگوں میں چلا آتا ہے۔ (۳) ان میں مہارت امتیاز حاصل کرنے کے لئے برسوں کا کچھ ریاض اور محنت درکار ہوتی ہے جب کہیں فن کمال کو پہنچ سکتا ہے (۴) جنھیں اپنے فن میں مہارت اور عبور حاصل ہوتا ہے وہ جیسے بھی چاہیں اپنے فن کو توڑ مروڑ کر پیش کر سکتے ہیں بہرحال ہر معاشرہ یا سوسائٹی و سماج میں آرٹسٹ مختلف کاموں میں لگے ہوتے ہیں اور ان کی مشق کرتے رہتے ہیں۔

خام تمدنی سماج میں آرٹ کے نمونوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے

(۱) oral literature : زبانی ادب

(۲) Music and dance موسیقی و ناچ

(۳) plastic and graphic arts : صناعی یا مصوری

کار گری

Oral literature زبانی ادب | چونکہ ابتدائی زمانہ میں بھاشا

صرف بولی کی حد تک محدود تھی یا لوگوں کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا یا بڑے پیمانہ
پہ لوگ لکھی پڑی چیزوں سے کم فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس لئے کہانی، قصے، گیت
کہاوتیں اور پہیلیاں لوگ یاد کر لیتے تھے۔ جس طرح رسوم و رواج اور
روایتیں نسل در نسل لوگ اپنے آبا و اجداد سے سیکھتے چلے آتے
اسی طرح شجاعت کے قصے اور کہانیاں، لوک گیت اور لوگ
کتھائیں بھی بچے اپنے بزرگوں سے سنتے اور انہیں یاد رکھ لیتے
تھے۔ یہی طریقہ آج بھی اکثر سماجوں میں نظر آتا ہے۔ ہر سماج
کے ادب کا ایک ایسا حصہ بھی تحقیق طلب ہے جس میں لوگ
اپنے باپ دادا سے بہت سی باتیں سنتے، انہیں یاد رکھ لیتے اور
موقع بے موقع ان کا ذکر اپنے بچوں کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ اس
قسم کا ادب جو کہ صرف سینہ بہ سینہ نسلوں میں اترتا رہتا ہو
اورل ادب کے نام سے موسوم ہے۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔ بعض لوگ وہ ہیں جو روزانہ کے
دلچسپ واقعات کو دوں کا توں بیان کرنے کی عادت رکھتے ہیں۔
ایک شخص دوسرے شخص سے سنتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا اور قصہ
بن جاتا ہے۔ دوسری صورت وہ ہے جس میں زمانہ کا تعین مشکل
کرنا بعض وقت مشکل ہو جاتا ہے۔ مختلف گروہی حلقوں میں
پہنچکر اس میں رنگ اور مصالحہ کے لحاظ سے تھوڑی بہت
تبدیلیاں ہو جائیں تو ہو جائیں ورنہ بنیادی نشاء و مطلب ایک ہی ہوتا
ہے۔ دوسری نوعیت کا اورل ادب ہی ہمارے لئے اہم ہے

کیونکہ اس پر تحقیق کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ (اورل) زبانی ادب میں سب سے پہلے (Myths) دیو مالاؤں کو دخل ہے۔ دیو مالائیں اور جنسیاتی قصے، دھرتی کی اتپتی، ساری کائنات کے وجود میں آنے، انسانوں کے پیدا ہونے اور ان کے دیوتاؤں سے تعلقات کا اظہار ہوتے ہیں۔ دیو مالائیں ہر مذہب کا ایک اہم پہلو ہوتے ہیں۔ مذہبی قصوں کو سن کر لوگوں میں اعتقاد قوی ہوتا جاتا ہے۔ دھرتی کی اتپتی کے کتنے ہی قصے ہر قبیلے میں ملتے ہیں۔ جادوگری کے قصے، ٹوٹکے قصے، دیوتاؤں کے آپسی جھگڑوں کے قصے، دیوتاؤں و انسانوں کے تعلقات کو ظاہر کرنے والے قصے اتنے دلچسپ ہوتے ہیں کہ سننے والے اگر مذہبی خیال کے نہ بھی ہوں تو تھوڑی دیر کے لئے اس میں ضرور محو ہو جاتے ہیں۔

دیو مالاؤں کے علاوہ لوک کتھائیں (Folk Tales) Folk tal

بھی (اورل) ادب کا جزو ہوتی ہیں۔ یہ قصے کسی شخص کی شجاعت کی داستان ہوتی ہیں، کسی عاشق نامراد کی کہانی، محبت کی کوئی داستان، یا کسی سوتیلی ماں کا بچہ کے ساتھ برے دیو ہار کا قصہ۔ ایسے تمام قصوں میں سب سے اہم جزو کہانی کا motif یا مقصد (Central idea) ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کہانی کا بنیادی خیال کیا ہے۔ عام طور پر قصہ کے دو پہلو ہوتے ہیں، اچھا اور برا۔ قصہ کہنے اور سننے والے ہمیشہ اچھے پہلو کے طرفدار ہوتے اور دوسرے کو بہت زیادہ برا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انداز بیان کا بھی سننے والے پر بڑا اثر ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے یہ کہنے والے

پر منحصر ہے کہ وہ سننے والوں کو ہنسائے، رلائے یا اس کے جذبات کو اس طرح بھڑکائے کہ وہ چیخ چیخ بیں داد دینے لگے یا غم و غصہ کا اظہار کرنے لگے۔ تقریباً تمام ملکوں میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ایک ہی قسم اور نوعیت کے بہت سے قصے ملتے ہیں۔ مثلاً پریم کی کہانی میں eternal Triangle کو دخل ہوتا ہے۔

ایک مرد کے دو چاہنے والے، ایک عورت کے دو چاہنے والے مرد اور عورت میں پریم کے باوجود تیسرے شخص کی مخالفت وغیرہ قصہ میں شروع سے آخر تک دونوں طرف محبت کی آگ سلگنے کی داستان، ایک کی مستقل محبت یا ایک طرف تغافل اور دوسری جانب کی بے چینی و تڑپ، اپنے منشاء کو حاصل کرنے کیلئے مشکل سے مشکل مہموں کو سر کرنا ان سب کا بیان ہوتا ہے۔ کبھی کسی شہزادے کی محبت کسی لڑکی کے ایک پیر کی جوتی کو دیکھ کر شروع ہوتی ہے جو اتفاق سے چھوٹ گیا تھا یا خواب میں شہزادہ کسی حسین پری کو دیکھتا ہے اور بس بے چین ہو کر دوسرے روز سے ضد کرتا ہے کہ اسی سپنے کی لڑکی سے شادی کریگا۔ راہ مشکل ہے مگر پھر بھی تمام قسم کی صعوبتیں برداشت کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، بالآخر کامیاب ہوتا ہے۔ بعض دفعہ عورت کی بے ایمانی کا تذکرہ ہوتا ہے اور کبھی مرد کی بے رخی کا۔ عورت اپنے مرد سے چھٹکارا پانے کے لئے شوہر سے پوچھتی ہے کہ اس کی جان کس چیز میں ہے شوہر کہتا ہے اس تلوار میں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتی ہے جس دن وہ کالی ہو جائے گی وہ مر جائے گا۔ ایک روز مرد کے سو جانے کے بعد

کسی طرح عورت اس تلوار کو حاصل کر لیتی ہے اور اپلیوں کی آگ
میں تپا کر اس کو کالی کر ڈالتی ہے۔ مرد مردہ ہو کر پڑا رہتا ہے۔ ایسے
وقت دوست کام آتا ہے جو اس کالی تلوار کو مٹی سے رگڑ رگڑ
کر پھر سے اس کو سفید کرتا اور اپنے دوست کی جان بچا لیتا ہے۔
بعض قصوں میں سوتیلی ماں کی اہمیت ہوتی ہے کسی لڑکے کی
ماں بچپن ہی میں اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ باپ دوسری شادی
کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ شادی سے پہلے تو اپنے دل میں وعدے
کرتا ہے کہ اپنے بچہ کو تکلیف نہیں دے گا چاہے نئی بیوی اس کی
مخالف ہی کیوں نہ ہو جائے مگر شادی کے بعد اپنی بیوی کے جنگل
میں کچھ اس طرح پھنس جاتا ہے کہ اس کے خیالوں میں صرف بیوی
سمائی رہتی ہے بچہ کا خیال نہیں رہتا۔ سوتیلی ماں بچہ کے ساتھ برا
سلوک کرتی ہے اور مرد کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بچہ کو مار ڈالنے
کی کوشش کرتی ہے مگر کسی طرح بچہ بچ جاتا اور آخر میں وہی اپنی
سوتیلی ماں کی مصیبت کے وقت کام آتا ہے۔ بعض قصوں میں
ماں اپنے سوتیلے بیٹے کو اتنا چاہتی ہے کہ اس کی پرورش کرتے
کرتے، اس کی خاطر جان گنوا دیتی ہے۔ چند قصے ایسے بھی ہوتے
ہیں جن میں جادوگری کا ذکر ہوتا ہے۔ جادو کے زور سے لوگ
اپنے کو یا اپنے دوست اور دشمن کو کسی بھی جانور کی شکل
میں بدل دینے کی قوت رکھتے ہیں۔ اگر قصہ میں دونوں طرف
جادو کے جاننے والے موجود ہوں تو جس کا پلہ بھاری ہو یا جو
سمجھ سے کام لے وہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس میں

بھی عام طور پر کامیاب ہونے والا اچھی جانب کا آدمی ہی ہوتا ہے۔ غرض قصّوں میں مختلف قسم کی اہمیت کی چیزیں چھپی ہوتی ہیں۔ کسی اڑن کھٹولے کا ذکر، کسی ایسے کھڑاؤں کا تذکرہ کہ اس کو پہنا اور جہاں جانا پہنچ گئے۔ کسی علاؤالدین کے سے چراغ کا قصہ، کسی پری یا دیو کی عجیبی طاقت کی کہانی، کسی ایسی رسی کا بیان کہ سب کو باندھ لائے، کسی ایسے انجن کی تعریف کہ آدمی لگائے تو الوپ ہو جائے، کوئی دو چھڑیاں جو آدمی کو زندہ کرنے اور مارنے میں مدد دیں، ایک سونے کا محل جس میں کوٹھوں اناج بھرا ہو، چمن میں چاندی کی پیڑ ہوں جس کی اشرفیاں لگی ہوں اور ایک حسین پری انہیں کاٹ رہی ہو۔

II لوک کتھاؤں کے علاوہ زبانی ادب میں لوک گیتوں (folk songs) کو بھی دخل ہوتا ہے یہ گیت مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ مذہبی بھی، سماجی بھی۔ خوشی کے موقعوں پر اور غمی کے وقت میں، مذہبی گیتوں میں کسی قبیلہ کا ارتقا بیان کیا جاتا ہے یا دیوتاؤں کی لڑائیاں اور کارنامے یا دیوتاؤں کو منانے کے لئے بھی گیت گائے جاتے ہیں۔ سماجی گیتوں میں پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک کے مختلف رسومات کے موقعوں پر گائے جانے والے گیت ہوتے ہیں۔ بچوں کے بہلانے اور منانے کے گیت، پریم کے گیت، مذاحیہ گیت جو سمدھی سمدھن، دیور بھاوج، ساسائیں اور جٹھانیوں کے لئے گائے جاتے ہیں۔ ان میں گالیاں

دینا اور سننا جائز ہوتا ہے۔ موسمی گیت جو بارش کے موسم میں جھولا جھولتے وقت یا بہار کے وقت یا بیج بونے یا کاٹنے کے وقت گائے جاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے رسومات میں بھی گانے گائے جاتے ہیں اور سب سے آخر میں مرنے کے بعد افسوس کے گیت بھی گائے جاتے ہیں جس میں دنیا اور اس زندگی کو چھوڑنا بتایا جاتا ہے اور نیکی کے راستے اختیار کرنے کی ہدایت ہوتی ہے کہ آخرت میں اس کا اچھا پھل ملے۔

Proverbs and Riddles

کہاوتیں اور پہیلے بھی

کسی قبیلہ کے زبانی ادب کا آئینہ ہوتے ہیں۔ کہاوتوں میں سچائی ایمانداری اور نیکی کی ہدایت کی جاتی یا ان میں کوئی تجربہ کی بات بتائی جاتی ہے۔ پہیلوں یا پہیلیوں میں مذاق چھپا ہوتا ہے اور عقلمندی یا ہوشیاری جانچنے کے لئے پہیلیاں بوجھنے کا طریقہ خام تمدنی سماج سے لیکر تقریباً ہر سماج میں نظر آتا ہے۔

موسیقی اور ناچ

Music and dance

گانوں میں راگ، تال، سُر اور گانے کے ساتھ بجانے والے اوزاروں کو بڑا دخل ہوتا ہے لکڑی، بانس، دھات یہاں تک کہ ہڈیوں کے بنائے ہوئے، بعض باجے، بانسریاں، یا بجائے جانے والے دوسرے اوزار ہوتے ہیں۔ مختلف معاشروں میں قسم قسم کے باجے ہوتے ہیں جنھیں گاتے وقت بجایا جاتا ہے۔

ناچ بھی ایک آرٹ ہے۔ خام تمدنی قبیلوں اور

آدی باسیوں میں قسم قسم کے ناچ ہوتے ہیں۔ یہ کبھی خوشی اور غمی دونوں وقت ہوتے ہیں۔ اپنے جذبات کا اظہار ہاتھ، پاؤں اور جسم کے مختلف اعضاء کو حرکت دیکر کیا جاتا ہے۔ ناچنے کے ساتھ ساتھ کوئی گیت یا چند بول گائے جا سکتے ہیں یا صرف دھپڑا، ڈھول یا کوئی باجا بجایا جاتا ہے۔ بعض وقت ناچ کسی پوجا کے موقع پر ہوتے ہیں، کبھی شادی میں اور کبھی میت پر۔ موسموں کے شروع میں اور اختتام پر بھی خام تمدنی لوگ ناچتے ہیں ghost dances میت کے بعد اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مرے ہوؤں کی روحوں کو بھگایا جا سکے۔ خام تمدنی سماج میں ناچ سے مطلب اپنی خوشی اور جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی ناچ folk dances یا لوک نرتیہ (ناچ) کی شکل اس وقت اختیار کر لیتے ہیں جب کہ انہیں منظم شکل حاصل ہو جاتی ہے اور ناچنے والے سے کہیں زیادہ اس میں یہ بھید چھپا ہوتا ہے کہ کہاں تک اس میں دیکھنے والوں کے دلوں پر اثر کرنے کی قوت ہے۔

۷

Plastic and Graphic Arts مصوری و صناعی۔

ان فنون کی ابتداء کب ہوئی، ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے، لوگ کہتے ہیں آرگنیشن اور میگڈیلینین زمانہ سے "اصلی آرٹ" کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس سے پہلے جو آرٹ ہوگا ایسی چیزوں سے یا ایسی چیزوں پر بنایا ہوا تھا جو تلف ہو گئے۔ سولوترین عہد میں کچھ آرٹ کے ابتدائی نمونے نظر آتے ہیں

مگر انہیں ہم "اصلی آرٹ" کا نام نہیں دے سکتے۔ ابتدائی قسم کے آرٹ یا تصویر کاری کے نمونے معمولی قسم کے ہیں۔ جس طرح بچہ کسی چیز کو دیکھ کر اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے خام تمدنی آرٹسٹ بھی دیکھی ہوی چیزوں کی نقل اپنی تصویر کاریوں میں کر رہا ہے۔ آڑی ٹیڑھی لکیروں سے کوئی شکل بناتا ہے اور اس میں رنگینیاں و باریکیاں کرتا نہیں نظر آتا۔ موجودہ زمانہ کے اکثر قبیلوں پر تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اپنے اعتبار سے سجاوٹ، باریکی، رنگینی اور خوبصورتی پیدا کرنے کے خاص ذرائع اور معیار ہیں یہ کہنا غلط ہے کہ فن کاری کے اعتبار سے ان کا کوئی مقام نہیں۔

یہ بھی اندازہ لگایا جاتا ہے کہ بعض فن مرد اور عورتوں کے کام کے اعتبار سے ان ہی میں زیادہ ترقی کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً بننا، برتن سازی اور ٹپی سازی عورتوں میں، بت تراشی، بڑھائی کے کام یا دھاتوں کے کام مردوں میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن اس بات کا دعوی نہیں کر سکتے کہ کسی خاص فن میں کوئی خاص جنس کے لوگ ہی کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ فنون کی نوعیت کا تعلق ماحول کے ساتھ ساتھ تمدنی ورثے سے بھی ہوتا ہے ہر فن لطیف و صناعی کا ایک خاص theme، مقصد motif عنوان ہوتا ہے۔ اس کی بناوٹ وسجاوٹ ربط و تعلق، مماثلت و تضاد، توازن و ترنم اور چمک دمک کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

خام تمدنی فن کاری کے بعض طالب علموں کا خیال ہے کہ ہماری ٹیکل فن کاری ترقی کرتے ہوئے decorative art تزئینی آرٹ کے

مختلف اہم نمونے جو خام تمدنی قبیلوں میں نظر آتے ہیں، ان کا تذکرہ ضروری ہے

نقاشی Painting

اندازہ لگایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے لگ بھگ بیس ہزار سال پہلے تصویر کاری کی ابتدا ہوئی۔ فن کاروں کا خیال ہے کہ پرانے پتھر جگ کے آخری دور میں اور آرگنیشن عہد میں تصویر کاری کے بڑے اچھے نمونے نکل رہے تھے۔ کہہ نہیں سکتے کہ یہ تصویر کاری جو اسپین اور فرانس کے اکثر غاروں میں نظر آتی ہے، کس مقصد کے تحت کی گئی تھی۔ چند کا خیال ہے کہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بعض تصویریں اتاری گئی ہونگی۔ بہرحال تصویر کاری کے اچھے نمونے اس زمانہ میں ملتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ فن دیواروں یا ڈھلوان چٹانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ تصویر کاری درختوں کے تنوں پر، برتنوں پر موسیقی کے آلات اور باجوں پر اور روزانہ کے استعمال میں آنیوالی اور چیزوں پر بنائے جانے لگے۔ لشی من قبیلہ میں پتھر کو کھود کر رنگ بھرنے کا طریقہ نظر آتا ہے۔ بعض آسٹریلوی قبیلوں میں درختوں کے تنوں اور چٹانوں پر تصویریں اتاری جاتی ہیں جیسے جنگل کے پتیاوں اور غاروں میں کالی مٹی سے دیواروں کو لیپ کر ان پر قسم قسم کے پھول پتے اتارنے اور لال مٹی سے رنگ بھر کر نمائش و خوبصورتی پیدا کرنے کا طریقہ موجود ہے۔

پتھر تراشی اور لکڑی کے کام Sculpture and Wood work

پتھر تراشی اور لکڑی کے کام کا فن بھی اکثر قبیلوں میں نظر آتا ہے۔ لکڑی کے کام کے کافی نمونے ریگستانی علاقوں میں ملتے ہیں۔ افریقی لکڑی کا تسلہ اور پتھر کی مورتیاں بھی

سوڈان میں مشہور ہیں ۔ ڈوری قبیلہ ، انڈونیشیائی اور ملانیشیائی قبیلوں اور سہارا کے دکنی حصہ کے قبیلوں میں لکڑی کے کام کے اچھے نمونے نظر آتے ہیں ۔ اس کے علاوہ پتھر کی مورتیاں ، قبر پر پتھر کی تراشی سلیں ، اونچی پتھر کے ٹکڑے نقش وغیرہ دنیا کے اکثر حصوں میں عام ہیں ۔ فن اور مذہب کا بڑا اثر بھی تعلق ہے ، اراکوی قبیلہ ، اتر پچھمی کوسٹ انڈینوں ، حبشی افریقہ کے قبیلوں ، ملانیشیا اور ایشیا کے اکثر قبیلوں میں پتھر کی مورتیں ، نظر توڑ وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں ۔

ان کے علاوہ بُنی سازی ، چٹائی بنانے ، ہاتھی دانت ہڈی اور سینگ کے کام اور برتن سازی کے فن بھی دنیا کے مختلف حصوں میں نظر آتے ہیں ، بُنی سازی اور چٹائی بنانے کے فن کیلیفورنیا اور میکسیکو ، وسط امریکہ اور پالینیشیا میں اور ہاتھی دانت ، ہڈی اور سینگ کے کام آرگنیشیائی اور میگڈلینی عہد میں اور اسکیمو وغیرہ کے لوگوں میں نظر آتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰ سے ۳۰۰۰ سال پہلے مصر میں (**Potters wheel**) کمہار کے آوے کے انکشاف کے ساتھ پکے قسم کے برتن بنانے کا طریقہ شروع ہوا ۔ اور نئے پتھر جگ کی ابتدا کے ساتھ اس فن میں کافی ترقی ہونے لگی ۔

گوندنا Tattooing اپنے حسن و خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے بھی مردوں اور عورتوں میں کئی طریقے رائج ہیں اکثر لوگ خاص طور پر عورتیں حسن و خوبصورتی کی خاطر گدواتی ہیں ۔ ہندوستان کے بہت سے قبیلوں میں گدوانے کا طریقہ موجود ہے ۔ ٹوڈا قبیلہ کی عورتیں جسم پر مختلف قسم کے نقشے

گندواتی ہیں۔ ان کے علاوہ نیوزی لینڈ کے ماوری اور پالینیشیائی قبیلوں میں بھی گندوانے کا طریقہ رائج ہے اور قسم قسم کے نمونے ان کے جسم پر اترے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ٹوٹم پرست قبیلوں میں اپنے جسم کے کسی حصہ پر اپنے ٹوٹم کو گندوانے کا طریقہ بھی پایا جاتا ہے۔

جسم کو خوبصورت بنانیکے طریقے

البتہ بعض انتہائی کالی چمڑی والی نسلیں جسم کو اور طریقوں سے سجاتی ہیں جسم میں گھاؤ کر کے گڑھے پیدا کرنا اور ان میں رنگ بھرنا نیگرو، نیگریتو جاتیوں میں رائج ہے۔ اسی طرح کان اور ناک چھدوانا، نچلے ہونٹ کو لکڑی کے اوزار پہنا کر لمبا کرنا، دانتوں کو گھس کر نوکدار بنانا، سر کے بالوں کو خاص انداز سے کاٹ کر جمانا، جسم کو رنگنا، اکثر قبیلوں اور مختلف نسلوں میں رائج ہے۔ قسم قسم کے لباس اور قسم قسم کے زیورات کے پہننے کا طریقہ بھی ہڈیوں، سیپیوں، سونے اور پیتل و چاندی کے زیورات کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔ خوبصورتی بڑھانے کی خاطر برما کے کیرن (Karem) لڑکیوں کی گردنیں لانبی کرنے کے لئے چھلے پہناتی ہیں کیونکہ کم سے کم چودہ انچ لانبی گردن خوبصورتی کی نشانی ہے۔ چینی مائیں اپنی بچیوں کی ایڑیوں میں لوہے کے سانچے اس غرض سے پہناتی ہیں کہ پیر پتلا اور چھوٹا ہو۔ بعض ملایشیائی اور افریقی نیگرو منگولوی اور امریکی انڈین اپنے اونی بالوں کو خاص انداز سے جماتے ہیں۔ اسی طرح پردوں کو بھی خوبصورتی بڑھانے کے لئے

استعمال کیا جاتا ہے۔ آسٹریلیائی، ہیوائی، اور کیلیفورنیا کے یولو انڈین پروں کو قسم قسم کے رنگوں سے رنگ کر خاص خاص رسموں کے موقعوں پر انہیں پہنتے ہیں۔

Education in Primitive Society

باب (۹)

زبان اور تحریر (Language and writing)

انسان ایک سماجی حیوان ہے۔ سب کے ساتھ مل جل کر رہنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو سمجھے اور اپنی شخصیت (personality) سے دوسروں کو واقف کرائے۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر بول چال کا طریقہ نہ ہوتا، اگر زبان نہ ہوتی تو انسان انسان کو سمجھنے میں کتنی دقت نہ ہوئی ہوتی۔ تھوڑی دیر کے لئے اگر ہم اپنے آپ کو ایک ننہا سا بچہ یا ایک گونگا آدمی تصور کریں تو اس مشکل کا اندازہ ہم آسانی سے کر سکتے ہیں جو بات چیت نہ کرنے والوں کو پیش آتی ہوگی۔ گفتگو کا آرٹ نہ ہوا ہوتا تو انسان نہ تو اپنے خیالات کا ٹھیک طور پر اظہار کر سکتا تھا، نہ احساسات کو واضح طور پر بیان کر سکتا تھا۔ اس کے منشا اور مطلب کو سمجھنا، طبیعتوں سے واقف ہونا بڑا دشوار ہو جاتا۔ بولیوں کی ابتدا سے انسان کو اس مشکل سے نجات مل سکی۔

زبان کی ابتدا

زبان کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ اس بارے میں مختلف مکتب خیال کے لوگ ملتے ہیں۔ مذہبی اعتقاد رکھنے والوں کا خیال ہے کہ جس طرح خدا نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے انسان کو زبان بھی سکھائی۔ چنانچہ مختلف مذہب والے اپنی بھاشاؤں کو "دیودانی" "اللہ کی زبان" یا دیوتاؤں

کی بھاشا" کا نام دیتے ہیں۔ یہ بھاشائیں انسانوں نے دیوتاؤں سے سیکھیں یا پیغمبروں نے خدا سے حاصل کر کے انہیں انسانوں تک پہنچایا۔ چند قبیلوں میں یہ خیال بھی عام ہے کہ پرماتما نے سب سے پہلے ان کی دھرتی کو، ان کی ذات کو اور ان کی بولی کو پیدا کیا اور بعد میں پوری دنیا وجود میں آئی۔ اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ اس خیال کے لوگ اب کم ہوتے جا رہے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے پہل انسان اشاروں سے کام لیتا تھا۔ مختلف قسم کے اشارے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے استعمال میں لاتا تھا۔ برسوں یہ طریقہ جاری رہا اور انسان اس سے بیزار ہو گیا کیونکہ اس طریقہ میں بھی سمجھنے میں بڑی مشکل پیش آتی تھی۔ اس لئے سب لوگوں نے مل کر بولی کی ابتدا کی۔ کیا انسانی تاریخ میں "معاہدہ معاشری" کی طرح جب کہ انسان اپنی "خوش اخلاقی" یا "بد اخلاقی" سے تنگ آکر آپس میں ایک حکومت کے تحت رہنے کے لئے طے کیا تھا، ایسا دن بھی آیا کہ سب نے مل کر ایک بولی کی ابتدا کی؟ اس بات کو ہماری عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔

تیسرے خیال کے لوگ بھی ہیں کوئی کہتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی آوازوں سے لفظ بنے۔ کوئل کی "کو کو" سے کوکیا کوئل کا لفظ بنا۔ کوے کے کائیں کائیں یا کروکرو سے (crow) اور کوے کے لفظ بنے۔ اسی طرح مکھیوں، ہاتھیوں اور بلیوں کی آوازوں سے بھنبھناہٹ، چنگھاڑ اور میاؤں جیسے شبد، انسان نے بنا لئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان غم و غصہ

اور خوشی کے وقت خود بخود ایسی آوازیں نکالتا ہے۔ جن کو سن کر ہی ہم اس کی طبیعت اور کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جیسے آہ، اف، اوہ، ابا رے، لش، ہائیں وغیرہ۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ کام کرتے ہوئے، چھینکتے، کھانستے اور تکلیف کے وقت بھی انسان کچھ آوازیں نکالتا تھا، غرض اسی قسم کی آوازوں سے زبان یا بولی کی ابتدا ہوئی۔

ان تمام خیالوں سے ایک نتیجہ ہم نکال سکتے ہیں کہ بولی کا وجود یکدم سے نہیں ہوا بلکہ اس کا بھی ارتقا ہوا ہے۔ ابتدا میں کبھی اشاروں کی مدد سے انسان اپنے مقصد کا اظہار کرتا تھا، کبھی خاص قسم کی آوازیں نکالکر اپنے ساتھیوں سے اپنا مطلب نکال لیتا تھا، یا دوسرے قسم کے طریقوں سے مثلاً آگ جلا کر اور دھنواں کر کے، خاص طریقہ سے سیٹیاں بجا کر ڈھرے یا ڈھول پیٹ کر اپنے پیام کو دوسروں تک پہنچاتا تھا۔ تسمانوی اور وسط آسٹریلیا کے ارنڈا قبیلوں میں بھاشا چند لفظوں پر مشتمل تھی۔ ارنڈا قبیلہ میں گونگوں اور بہروں کی طرح ہاتھ اور انگلیوں کی مدد سے لوگ آپس میں اشاروں میں اور کبھی کبھی چند الفاظ کو استعمال کر کے بات چیت کرتے ہیں۔ یہ وہ قبیلے ہیں جو پانچ سے زیادہ گنتی نہیں جانتے جن کے نزدیک وقت کا اندازہ "نیند" اور "چاند" سے لگایا جاتا ہے۔ آج ہم بھی جب بات کرتے ہوئے کبھی کبھی اپنے خیال کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا سکتے تو اشاروں کنایوں کا سہارا لے لیتے ہیں۔ بہر حال ابتدا

میں انسان اشاروں سے کام لیتا تھا اس کے بعد اپنی ضرورتوں کے مطابق کبھی جانوروں کے آوازوں کی نقل کر کے اور کبھی اشاروں کے ساتھ ساتھ آوازیں کرتے ہوئے مختلف الفاظ اس نے بنائے اور رفتہ رفتہ ان کی ایک خاص بولی بن گئی۔ جس طرح بولنے سے پہلے انسان نے کاٹنا سیکھا اسی طرح حروف سے پہلے انسان نے الفاظ بنائے۔

تحریر کی ابتدا

جس طرح زبان کا ارتقا ہوا اسی طرح تحریر کا ارتقا بھی ہوا۔ اکثر ماہروں کا خیال ہے کہ یہاں بھی اشاروں اور نشانیوں سے شاید تحریر کی ابتدا ہوئی۔ شکار کرنے میں کامیابی حاصل کرنے پر، یا لڑائی اور جنگ کے بعد قبیلہ والے خاص خاص نشان یادگار کے طور پر بنا دیتے تھے۔ بعض مرتبہ کسی مشہور سردار قبیلہ کی بہادری کی خوشی میں یا اس کی موت پر یا اس کے احسان ماننے کی خاطر بھی یادگاری نشانیاں بنائی جاتی تھیں اور کبھی کبھی اپنے ہتھیاروں، اوزاروں اور برتنوں کی پہچان کے لئے خاص قسم کے نشان مختلف چیزوں پر بنا دیے جاتے تھے۔ یہی خاص خاص نشانیاں بعد میں تصویری تحریر کی بنا بنیں۔

جس وقت تک تحریر کی ابتدا نہیں ہوئی لوگوں کے لئے اپنے رسومات اور قصوں، دلیرانہ اور بہادری کی داستانوں کو یاد رکھنا ضروری تھا۔ نسل در نسل کہاوتیں، ہٹکلے، پہیلیاں، شجاعت کے قصے، لوک گیت، لوک کہانیاں اور ریتی رواج کے

طریقے، یہاں تک کہ قاعدے قانون اور روایتیں سب یاد رکھی جائیں اور موقع بے موقع ان کا استعمال ہوتا تھا۔ وقت اور تعداد کا اظہار دھاگوں میں گانٹھیاں ڈال کر کیا جاتا یا لکڑیوں پر کاٹ بنا دی جائیں۔ آہستہ آہستہ چمڑوں، چھال، لکڑی، ہڈی، مٹی اور پتھر پر تصویروں کے خاص خاص نمونے بنا کر انسان نے اپنے خیالوں کا اظہار شروع کیا۔ شروع میں، معمولی قسم کی لکیروں سے تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ امریکی ہندوستانی اس فن میں اتنے ماہر ہو چکے تھے کہ جنگ اور امن کی باتیں چند خاص تصویروں کے نمونے اتار کر کرتے تھے۔ میکسیکو کے Aztec قبیلہ میں گنتی لکھتے وقت ایک کے لئے نکتہ، پانچ کے لئے ڈنڈا، بیس کے لئے جھنڈا، چار سو کے لئے درخت اور آٹھ ہزار کے لئے تھیلے × کی تصویریں اتاری جاتی ہیں۔ اس طرح اگر ۸۸۸۸ کا ہندسہ لکھنا ہو تو ایک تھیلے، دو درخت، چار جھنڈیوں، ایک ڈنڈے اور تین نکتے اتارے جاتے۔ بہر حال پرانی دنیا کے لوگوں نے تصویروں کے ذریعہ اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کیا ہے لیکن گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ، بہت سی تصویریں تباہ ہو گئیں یا اتنی مدہم پڑ گئیں کہ ان کا سمجھنا دشوار ہو گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اکثر تصویریں چکنی مٹی پر بنائی گئی تھیں، ان تصویروں کے بنانے میں لکڑی کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔ مصر اور بابل میں حضرت عیسیٰ مسیح سے چار ہزار سال پہلے تک یہ زمانہ رہا۔ پرانی دنیا کے لوگ ideography (تصویری لکھاوٹ) کے طریقہ کو

اس طرح کام میں لاتے تھے کہ بعض مرتبہ تصویروں کے صحیح منشا و مطلب کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

مصری، بابلی اور چینیوں نے اس کے آگے ایک اور قدم بڑھایا جس کو Conventionalising the picture کہتے ہیں۔ کسی چیز کا کوئی حصہ اس چیز کے لئے اتارا جاتا مثلاً بیل کیلئے اسکے سینگ اتارے جاتے ہیں آنکھ کے لئے ایک دائرہ کے بیچ نکتہ بنا دیا جاتا، قبیلہ کے سردار کے لئے سر کی تصویر اتاری جاتی اور ایک گاؤں کے اظہار کے لیے مختلف انسانوں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ اس طرح ایک سے زیادہ تصویروں کو ملا کر بڑے بڑے الفاظ بنائے جاتے تھے۔ اس قسم کی تحریر کو Syllable Writing کہتے ہیں قدیم زمانہ کی مصری تحریریں پتھر میں کھدی ہوی یا قلم یا برش سے papyrus plant کے پودے پر لکھی ہوی ملتی ہیں۔ جنوبی میکسیکو کے مایا ازٹیکوں (Aztecs) کے ہاتھوں برباد ہونے سے پہلے اسی لکھاوٹ کو ترقی دے رہے تھے۔ مصریوں، بابلیوں اور چینیوں میں یہی طریقہ رائج تھا۔ چینی زبان کا رسم الخط اسی لکھاوٹ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس قسم کی تحریر کو Prieroglyph-ic writing کہتے ہیں۔

بابلی (Wedge Shaped Stylus) سے نرم مٹی کے اینٹوں پر لکھتے ہوے (جو بعد میں آگ پر تپائی جاتیں)، ایک خاص لکھاوٹ کی ایجاد کرنے میں کامیاب ہو سکے جس کو Cuneiform writing کہتے ہیں۔

(لاطینی لفظ cuneus بمعنی wedge) اسی کے بعد حروف کی ابتدا ہوئی۔

کہتے ہیں کہ حروف کی ابتدا جو پہلے مصریوں سے متعلق تھی، اصل میں سامی تہذیب کا کارنامہ تھا۔ Syllabes کے بجائے بولی کو چند علیحدہ علیحدہ آوازوں میں کم کیا گیا اور ہر آواز کا ایک ایک حرف بنایا گیا۔ ان حروف کو ملا کر کوئی لفظ بھی بنایا جا سکتا تھا۔ آج alphabetical writing یا ابجد لکھاوٹ کا طریقہ ہی دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں رائج ہے۔

زبانوں کی گروہ بندیاں

جس طرح کروڑوں کی آبادی میں نسل کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح لاکھوں زبانوں میں ان کے علیحدہ علیحدہ گروہ بنانا بھی دشوار ہے۔ بعض مرتبہ ہر زبان میں الفاظ کا لین دین ہوتا ہے کہیں ایک ہی قسم کے لفظ عام ہیں، کہیں لفظ کی بناوٹ ایک سی ہے مگر بولی میں فرق ہے۔ بھاشا شاستر یا لسانیات کے ماہروں نے چند خاص طریقوں سے دنیا کی زبانوں کو مختلف بڑے بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک چیز ان کے دھیان میں یہ رہی ہے کہ رشتوں اور سمبندھیوں کے نام یا روزانہ کے استعمال میں آنے والی چیزوں کے نام اگر کئی زبانوں میں یکساں ہوں تو ان کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً سنسکرت لیٹن، گریک، جرمن، پرانی انگریزی، نئی انگریزی اور فارسی میں ماں، باپ، بھائی وغیرہ جیسے الفاظ میں ایک قسم کی مشابہت

پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان سب کا ایک ہی خاندان مان لیا گیا ہے اسی طرح صرف و نحو اور قواعد کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے اور جہاں یکسانیت نظر آتی ہے، اس بات کا قوی شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق ایک خاص گروہ بندی سے ہے۔

زبانوں کو چھ سات بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن کی تفصیل میں گئے بغیر صرف نام گنا دینا کافی ہوگا کیونکہ اس کا تعلق راست ہمارے مضمون سے نہیں۔ ہند یورپی، سامی، ہامی یورال التائی، دراوڑی، چینی خاندان، قفقازی، بنتو وغیرہ اس کے علاوہ جغرافی تقسیم کے اعتبار سے بھی بڑی گروہ بندیاں بنائی جاتی ہیں۔ (۱) امریکہ (۲) پیسفک بحر اسمندر (۳) افریقہ (۴) یوریشیا

ہندوستان کی زبانیں	ہندوستان کی زبانوں کو چار بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) ہندی یورپی

(۲) آسٹرلی ایشیائی (۳) دراوڑی (۴) برمی۔

ہندی یورپی زبانوں میں حسب ذیل زبانیں شامل ہیں:۔

سندھی اور پنجابی اتر پچھمی بھاگ میں، اڑیا، بنگالی، آسامی اور بہاری زبانیں پوربی بھاگ میں مرہٹی اور کوکنی اتری مدھیہ بھاگ میں، ہندی اور اردو اتری بھارت میں ہندوستانی (اردو و ہندی) پوربی پنجابی مارواڑی، راجستھانی اور گجراتی، کیندریں اور نیپالی گڑھوالی۔ کماؤنی، اور پچھمی پہاڑی زبانیں جنھیں اتر میں پہاڑیوں پہ بسنے والے لوگ بولتے ہیں۔

آسٹرلی ایشیائی زبانوں میں کول یا منڈا زبانوں کا شمار

ہوتا ہے۔ ان میں سنتھالی ہو، خاصی اور نکوباری زبانیں شامل ہیں۔ یہ زبانیں مدھیہ بھارت میں اور اتر پوربی بھاگ کی پہاڑیوں پر بسنے والے لوگ بولتے ہیں۔ دراوڑی زبانوں میں تامل، تلنگی کنڑی، ملایالم، کولی، کوڈاگو، ٹوڈا، کوٹا، گونڈی، کھونڈ، اراون اور راج محل بھاشائیں شامل کی جاتی ہیں۔ دکھنی پوربی بھاگ، ساحل ملابار، کورگ، نیلگری، اتر پوربی اڑیسہ اور بنگال کے راج محل پہاڑیوں پر بسنے والے لوگ یہ زبانیں بولتے ہیں۔ تامل بھاشا مدراس میں، سیلون کے اتری حصہ میں اور بلوچستان کے براہات کے علاقہ میں بولی جاتی ہے۔

تبتی اور برمی یا ساہی تبتی زبانیں منگولوی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ صرف آسام اور نیپال کے پہاڑیوں میں بولی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ گارو، لوشائی اور منی پوری بھاشائیں بھی ہیں۔ اور دو زبانیں بھی ہیں جن کا شمار عام طور پر ہندی یوروپی گروہ میں ہوتا ہے۔ یہ داردک اور ایرانی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس میں کشمیری بھاشا اور دوسری چھوٹی زبانیں شامل ہیں جو بھارت اور افغانستان کے درمیانی علاقوں میں بولی جاتی ہیں ایرانی بھاشا کی نمائندگی پشتو اور بلوچی کرتے ہیں جنھیں اتر پچھمی سرحدی حصہ پر بسنے والے لوگ بولتے ہیں۔

قبیلوں کی زبانیں

بھارت میں بہت سی قبیلہ واری زبانیں مرچکی ہیں، بعض آخری سانس لے رہی ہیں اور کئی اب بھی اپنی زندگی کے لئے کشمکش کر رہی ہیں۔ ان بھاشاؤں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ وہ تبدیلی ہے جس کی وجہ قبیلہ کے

لوگ اپنی مادری زبان کو بھلا چکے ہیں۔ تجارتی اور سرکاری اغراض کی بنا پر اور اس فطری رجحان کی وجہ سے بھی جو کم ترقی یافتہ ہیں اعلیٰ ترقی یافتہ لوگوں کی تقلید کے لئے ہوتا ہے، علاقہ داری زبانیں، قبیلوں کی زبانوں کی جگہ لے چکی ہیں۔ لہٰذا ایک بڑا مسئلہ سماجی انسانیات کے ماہروں کے سامنے یہ بھی ہے کہ کیونکر ان زبانوں کو مٹنے سے بچایا جائے کہ ان کے لوک ساہتیہ کو باقی رکھا جا سکے۔

قبیلوں کی تمام زبانوں میں سب سے زیادہ اہم گونڈی زبان ہے بیس بائیس لاکھ لوگ اس بھاشا کو بولتے ہیں۔ معلوم ہے کہ اسکا اپنا کوئی رسم الخط نہیں۔ دیوناگری لپی کو اختیار کر کے اب اس بھاشا کے ساہتیہ کو جمع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حیدرآباد سرکار نے کئی کتابیں چھپا کر اس قبیلہ کے بچوں کی تعلیم کے لئے کافی سہولت پیدا کر دی ہے

دوسری اہم زبان منڈا ہے۔ چھوٹا ناگپور اور قریب کے علاقوں میں بسنے والے آدی باسی یہ زبان بولتے ہیں۔ یہ کئی بولیوں پر مشتمل ہے جس میں سب سے زیادہ اہم کھرواری کو ہے۔ سنتھال، بھومج، لرکا، کور کو، کول، ہو، اسر اور کوروا اسی بولی کی شاخیں تصور کی جاتی ہیں۔ جو وانگ زبان بھی دکن کے بعض علاقوں میں بولی جاتی ہے، کرکی اراون قبیلہ کی زبان ہے، کولی زبان کو اڑیسہ کے خام تمدنی بولتے ہیں۔ اریا زبان کی ساتھ والی زبانیں سروارا اور کرمبان ہیں کہ جو کھرواری سے متعلق ہے کھڑجو قبیلہ کی زبان ہے۔

آسام میں کھاسی، گارو اور ناگاوں کی علیحدہ علیحدہ بولیاں ہیں۔ ناگا زبان کی کئی شاخیں ہیں جنھیں آسام کی پہاڑیوں پر

بسنے والے لوگ بولتے ہیں۔ ان زبانوں کے علاوہ ٹوڈا، بھیلی، کولم، نایک پوڑی، کویا جیسی زبانیں بھی ہیں۔ جن کی گنتی کی جائے تو لگ بھگ ڈھائی سو ہو جاتی ہے۔

---

(۱۰)
باب
قبائلی نظم و نسق میں انسانیات کا حصہ

(Part Played by Anthropology in the Tribal Administration)

ایک عرصہ تک قبیلوں اور آدی باسیوں کی تحقیق اس مقصد سے کیجاتی رہی کہ ان کی معاشی تنظیم اور سماجی حالات کا پتہ چلایا جا سکے۔ بعض لوگ قبیلوں کی دلچسپ سماجی تنظیم، لوک گیت اور لوک کتھاؤں کو بڑے شوق سے پڑھتے ہوئے انہیں من گھڑت باتیں، قصے اور روایاتی چیزیں سمجھتے تھے۔ مگر جیسے جیسے لوگوں کو معلوم ہوا کہ قبیلوں کی تحقیق کا مقصد ان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنا اور ان سے لوگوں کو اور خاص طور پر حکومت کو واقف کرانا ہے تو قبیلوں سے دلچسپی بڑھنے لگی۔

قبیلوں پر لکھی ہوئی کتابیں اب صرف سفر کی داستانیں بن کر نہیں رہیں بلکہ آہستہ آہستہ انہوں نے علم کی صورت اختیار کر لی۔ خام تمدنی قبیلوں پر تحقیق کر کے ان سے بالکل ابتدائی زمانہ کے انسانی تمدن کی نوعیت کا اندازہ کرنا آسان ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود انسانیات کے علم کی حیثیت بہت دنوں تک علمی و نظری ہی رہی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لوگ اس علم کا مطالعہ کرتے اور ان آدی باسیوں کے مختلف رسوم طریقے، قاعدے، قانون پڑھ کر تعجب میں پڑ جاتے کہ کس مقام سے انسان ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے آج کس منزل پر آ پہنچا ہے۔ مگر جیسے جیسے محققوں کی تحقیقوں سے حکومت کو قبیلوں کے تمدن کے بارے میں واقفیت ہوئی، حکومتوں کا رجحان اس جانب بڑھنے لگا کہ انسانیات کی مدد سے کیوں نہ قبیلوں کے مسئلے حل کئے جائیں کیونکہ ایک انسانیاتی محقق جتنی بہتری کے ساتھ قبیلوں کے مسئلوں کو سمجھتا اور ان کے حالات کے بموجب ان مسائل کے حل کرنے کی رائے حکومت کو دے سکتا ہے، اتنا شاید ہی ایک حکومتی عہدیدار آسانی سے دے سکتا ہے۔ نتیجہ کے طور

پر نظری انسانیات کے ساتھ اطلاقی انسانیات
(Applied Anthropology) کی اہمیت
بڑھنے لگی۔ انسانیاتی مفکروں و محققوں سے قبیلوں کے
معاملوں کو طے کرنے، ان کے جھگڑوں کا انصاف
کرنے اور ان کے مسئلوں کو حل کرنے کی تدبیریں نکالنے
میں مدد حاصل کی جانے لگی۔

Welfare state ویلفیر اسٹیٹ ہونے
کی حیثیت سے، ہر حکومت کا یہ بھی فرض ہوا کہ ترقی و
سدھار صرف شہروں و دیہاتوں کی حد تک محدود
نہ رہے بلکہ ان دور دراز پہاڑیوں اور جنگلوں تک
بھی اس کی پہنچ ہو جہاں نام نہاد جنگلی جاتیاں بستی ہیں۔
انسانیات کے علم کا ایک بڑا مقصد یہ قرار
(Adim jatiyan)
پایا کہ ان آدم جاتیوں
یا خام تمدنی قبیلوں اور پچھڑی جاتیوں کے سدھار
کے لئے کوئی عملی صورتیں نکالے اور ان کی خوشحالی
اور ترقی کے لئے حکومت کو سچی اور نیک رائے
دے۔ یہ بڑا مشکل سوال تھا کہ کیونکر ان کے
سدھار کی اسکیمیں بنائی جائیں۔ بعض لوگوں کا خیال

تھا کہ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ معاشی
بہتری کی خاطر ان کے معاملات میں تھوڑا بہت دخل
دیں تو دیں ورنہ انہیں اپنی اصلی حالت پر
چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ترقی و سدھار کے کسی
اصول کو ان پر منطبق کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ
اپنے تمدن میں تبدیلیاں ہونے لگینگی اور تبدیلیاں
ہوتے ہوتے ممکن ہے یہ اپنا تمدن بھلا دیں گے اور
نئے تمدن کے سانچے میں ڈھل جائیں گے۔ ایسے انسانیاتی
محققوں کو اس بات کا خوف بھی تھا کہ اگر قبیلہ ترقی کرتے
ہوئے جاتی کی شکل اختیار کرلے تو خام تمدنی حیثیت
پر تحقیق کرنے ان کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہیگی۔
ان کا یہ خوف ایک حد تک صحیح نکلا کیونکہ اکثر قبیلوں نے
سدھار و ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے تمدن کی بہت سی
چیزیں بھلا دیں۔ چند قبیلوں کی بھاشائیں جو بولیوں
کی حد تک محدود تھیں، ترقی یافتہ آبادیوں کے میل
کے ساتھ ساتھ، یہ بولیاں ختم ہوتی گئیں اور ان کی
جگہ ترقی یافتہ آبادی کی زبانوں نے لے لی۔ بعض قبیلوں
کی رسمیں، ناچ، گانے اور دوسرے طور طریقوں میں

بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ ایک پڑھے لکھے، نئے تمدن میں ڈھلے قبیلہ کے آدمی کو پرانی چیزیں نہیں بھانے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے سے زیادہ ترقی یافتہ آبادی کے ساتھ میل کھاتے ہوئے اپنے تمدن کو بھلا گئے۔

مگر یہ ایک فطری بات ہے کہ کم ترقی یافتہ اور غیر متمدن قومیں، ترقی یافتہ اور متمدن قوموں کی تقلید کرتی ہیں۔ اسی لئے اس خوف سے کہ کہیں ترقی و سدھار کی وجہ ان کا تمدن ہٹ نہ جائے، انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دینا بڑی بھاری بھول ہے۔ ارتقا کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے ہر تمدن کو ان درجوں سے گذرنا پڑا۔ اگر یہ ترقی کرتے ہوئے اپنی خام تمدنی حیثیت کو بھلا ڈالیں تو یہ ہمارا کارنامہ ہے نہ کہ غلطی اور بھول۔ اسی لئے انسانیات کے ماہروں میں اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ حکومت اور سماج سدھارکوں کے لئے ضروری ہے کہ ان قبیلوں اور آدی باسیوں کی ترقی اور سدھار کے لئے کوششیں کرے حتیٰ کہ وہ تمدن کی اس سطح تک آجائیں جہاں ہم پہنچ چکے ہیں۔

چنانچہ اسی مقصد کے تحت مختلف ملکوں میں قبیلوں

کے سدھار کی کوششیں شروع ہوئیں - افریقہ میں
بلواسطہ حکومت (Indirect Rule)
کا طریقہ اور متحدہ امریکی ریاستوں میں انڈینیسٹ پالیسی
(Indiamist policy) کا آغاز ہوا -
ہندوستان میں بھی ۱۹۳۵ء کے قانون کی رو سے
ایسے علاقوں کو جہاں قبیلے بستے تھے ، Excluded areas
اور partially Excluded areas کا نام دیا گیا -
اور یہاں کے نظم و نسق کی ساری ذمہ داری گورنروں
کے سپرد کی گئی - بھارت کی آزادی کے بعد آسام کو
چھوڑ کر تمام ریاستوں میں بعض ایسے حصے مختص کئے گئے
جن کی پریسیڈنٹ کو سالانہ رپورٹ دینا گورنروں
اور راج پرمکھوں کے لئے ضروری ہے - قبیلوں کی مشاورتی
کونسل (Tribes Adivisory council)
کے نام سے ہر ریاست میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے بیس ارکان
ارکان میں کم سے کم پندرہ کا متعلقہ قبیلوں سے ہونا ضروری
ہے - ریاستوں کو چھوڑ کر آسام میں بلواسطہ حکومت کا طریقہ
اب بھی رائج ہے - جہاں بھارت کا دودھ Autonomous Districts
اور Autonomous Regions بنانے کی اجازت

آفریقہ میں بالواسطہ حکومت

خود مختار علاقے

دیتا ہے۔

حکومت کے علاوہ کئی سماج سیوک اور سماج رفاہی اور سماج سدھار سنستھائیں قبیلوں اور آدی باسیوں کے سدھار میں حصہ لے رہی ہیں۔ بھارتیہ آدم جاتی سیوک سنگھ جس کے بانی سورگباش ٹھاکر بپا تھے اور جس کے صدر خود راشٹرپتی، ڈاکٹر راجندر پرشاد ہیں، کافی دلچسپی سے ایک عرصہ سے ان کے سدھار کے کاموں میں لگا ہوا ہے۔ اس سنگھ کے علاوہ کئی سیوک سمیتیاں، سیوک منڈل اور تہکاری سنستھائیں مختلف ریاستوں میں بن چکی ہیں اور کام کر رہی ہیں۔

حیدرآباد دکن میں بھی قبیلوں کی دیکھ بھال اور ان کی بھلائی کے لئے اسکیمیں بنائی گئیں۔ ڈاکٹر ہائی من ڈارف نے بڑی محنت و جانفشانی سے کئی سال تک چینچوؤں و گونڈوں میں رہ کر ان پر تحقیق کی اور ان کی ترقی کے لئے باضابطہ کام شروع ہوا۔ گونڈ کویوں، لمباڑوں، چینچوؤں اور بھیلوں کے سدھار اور بھلائی کے لئے حکومت مسلسل کوشش کر رہی ہے۔ راشٹر پتا مہاتما گاندھی کے اصولوں کو پیش نظر

رکھتے ہوئے گونڈوں کی ایک نئی بستی "اشوک نگر" کے نام سے ورنگل ضلع میں بسائی گئی ہے، کوآپریٹو اسٹور کھولے گئے ہیں، تقاوی (زرعی قرضہ) دی جاتی ہے تاکہ ہل بیل کھاد اور زرعی آلات خریدے جا سکیں۔ امرآباد کے چنچوؤں کے لئے پہلے "چنچو رزرو" (Chenchue Reserve) کے نام سے ایک خاص حصہ مختص کیا گیا تھا جہاں انہیں ذرائع معاش کے لئے کشمکش کرنے کی آزادی دی گئی اب collective farming کا طریقہ شروع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ چنچو بہت جلد خوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ 'Cattle King' بنجاروں و لمباڑوں کے لئے بھی بھلائی کے کام ورنگل کے محبوب آباد تعلقہ میں شروع کئے گئے ہیں۔ کوآپریٹو اسٹور بنائے گئے ہیں اور ان کی تعلیم کے لئے ان ہی کی بولی کو ناگری لپی دے کر لکھنے پڑھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ حکومتی مراعات سے گونڈ آبادی میں پچاس فی صد سے زیادہ لوگ زمینات کے مالک بن چکے ہیں۔ اس کے علاوہ زرعی بنک اور Grain bank (اناج بنک) کھولے گئے ہیں جن سے یہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں

بہر حال سوشیل سروس ڈپارٹمنٹ کی طرف سے جو اسکیمیں بنائی گئی ہیں جنھیں حیدرآباد ریاست روبہ عمل لارہی ہے۔ طبی امداد زراعتی ٹریننگ، تخم، کھاد، ہل بیل اور زراعتی آلات کا فراہم کرنا اور جانوروں کی امداد اس پروگرام میں شامل ہیں۔ گونڈی بولی کو بھی لپی کی شکل دے کر کئی کتابیں چھاپی جاچکی ہیں اور تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اسی طرح اورنگ آباد کے بھیلوں کے لئے بھی تعلیم کا انتظام کیا جاچکا ہے۔

غرض مختلف ریاستوں میں کی جانے والی ان تمام کوششوں کو دیکھ کر ہم یہ امید کرتے ہیں کہ غیر مہذب زندگی گذارنے والی ان جاتیوں کو بہت جلد ہم تہذیب کے اونچے معیار پر لانے میں کامیاب ہوسکیں گے۔



علم الاقوام ڈاکٹر عابد حسین

ببلیوگرافی

Abid Hasan, Dr. (Tr): Ilmul-Aqwam (Urdu)

Adam, Leonard: Primitive Art.

Ashley, Montagu, M.F. An Introduction To Physical Anthropology.

Banerji, P. The Folk-Dance of India

Boas, F (ed) General Anthropology.

Brikitt, M.C. Pre-history

Calverton. (ed) The Making of Man

Clodd, Edward The Childhood of The World

Dubey, S.C. Dr. Anthropology: The Study of Man.

Kamars.

Dubey, S.C.-Dr.	Planning for The Tribes.
Durga Bhagwat	A Primer of Anthropology
Ehrenfels, U.R. Dr.	Matrilineal Civilizations in India
	Encyclopaedia of The Social Sciences
Frazer, Sir James	The Golden Bough.
Gillim and Gillin	Cultural Sociology
Haimendorf, C von Fürer-Dr.	Notes on The Stone Age in India. (Man in India-Dec '48)
" " " "	Chenchus
Hammerton	Practical Knowledge for All (Book. 5)
Jacob and Stern	An Outline of Anthropology.
Kela, Bhagwandas	Hamari Adimjatiyan (Hindi)

Lowie, R.H. — Primitive Religion

" " " — Cultural Anthropology.

Majumdar, D.N. Dr — Races and Cultures of India.

Majumdar. — Elementary Anthropology.

Malinowski, B. — Science, Magic, Religion and Myth in Primitive Society

" " " — The Dynamics of Culture Change

Murdock — Our Primitive Contemporaries

Paul, A.F. Walter Jr — Race and Culture Relations

Piggot, Stuart — Prehistoric India

The Races of Mankind

Radin, P. — Social Anthropology

Sham Sunder, Dr — Bhasha Vigyam (Hindi)

Sollas, W.J. — Ancient Hunters.

Thomas, W. N.	Kinship and Marriage in Australia.
Westermarck, E.	A Short History of Marriage.
Wright, F. J.	The Elements of Sociology.

انگریزی اُردو مُرادفے

Acheulean	اشولین
Adibasi	آدی باسی (اصلی باشندے)
Adimjatiyan	آدِم جاتیاں (خام تمدنی نسلیں)
Alphabetical-Writing	ابجد لکھاوٹ
Alpine	الپینی
Amitate	امیٹیٹ، بوا (پھوپھی) اور بھتیجے کا سماجی رشتہ
Amulet	امیولیٹ، نظر توڑ
Anatomy	اناٹومی، بدنیات
Animatism	انی ماٹیزم، فطرت پرستی، پرکرتی پوجا
Animism	انی میزم، روح پرستی
Anthropology	انسانیات، مانو وگیان

Ape — ایپ
Applied. Anthropology — اطلاقی انسانیات
Archaeology — آثاریات
Aurignacian — آرگنیشین
Australopitheecus Africanus — آسٹرالوپتھیکس آفریکنس
Aounculate — اونکولیٹ، ماموں اور بھانجے کا سماجی رشتہ۔

Bilateral family — دوطرفیہ خاندان
Biology — بائیولوجی، حیاتیات، جیووگیان
Biological fatherhood — بیولوجیکل فادرہڈ، حیاتیاتی باپ پن
Black magic — کالا جادو
"Blood groups" — "خونی گروہ بندیاں"
Bonga — بونگا
Boomerang — بومرانگ
Botany — بوٹنی، نباتیات، ونسپتی وگیان، پودوں کا علم

Brachycephalic	گول سر
Bronze age	کانسا جگ

* * *

Caste	جات، ذات
Caucasoid	قفقازی (یورپی)
Chalcolithic	تانبا جگ
(chalkos lithos) تانبا پتھر	(تانبے کے پتھر)
Chellean	شلین
Circumcision	ختنہ کی رسم
Clan	کٹم، کنبہ
Community	کمیونٹی، جماعت
Contagious magic	کنٹجیس جادو
Copper age	تانبا جگ
Coupse-de-poing	(خام تمدنی عہد کے پتھر کے ہتھیار)
Couvade	کواڈ کی رسم
Cro-magnan-man	کرو میگنن کا آدمی

Cross cousin — عبوری بھائی بہن (پھپیرے ممیرے بھائی بہن)

Culture — کلچر، تمدن، سنسکرتی

Cuneiform writing — کیونی فارم لکھاوٹ

Cyprolithic — (تانبا جگ)

Dawn man — پربھاتی انسان

" Stones — " پتھر

Dialect — بولی

Dinaric — ڈناری

Dolichocephalic — لامبا یا تنگ سر

Domestication of animals — جانوروں کا پالتو پاوا

Dormitories — کنوار گھر

Dualism — دو خدائی طریقہ

Economic foundations of human culture	انسانی تمدن کی معاشی بنیادیں
Endogamy	جات وواہ (گوت بیاہ)
Eoanthropus dawsonii	ایتھرپس داسانی
Eolithic age	پربھاتی جگ
"Eoliths"	"پربھاتی پتھر"
Epicanthic fold	اندر کو مڑا ہوا پوٹا
Ethnocentrism	خود مرکزیت
Ethnography	ایتھنوگرافی، قبیلیات، جات شاستر
Ethnology	ایتھنولوجی، نسلیات، جاتی وگیان
Europoid	یورپی نسل
Exogamy	بہیر جاتی وواہ (پرگوت بیاہ)

٭ ٭ ٭

Family	خاندان، پریوار
Fetish	فیٹش
Fetishism	فیٹشزم، چیز پرستی
Folk dance	لوک نرتیہ
" Song	" گیت
" Tales	" کتھائیں
Foodgatherers	غذا بٹورے
" Gathering	" بٹورنا، غذا اکٹھا کرنا
Fraternal polyandry	فریٹرنل پولینڈری (کئی حقیقی بھائیوں کے درمیان ایک بیوی)

❖ ❖ ❖

Ghost dance	پریت نرتیہ
" marriage	" وواہ
Ghotul grah	گھوتل گرہ

Graphic art	گرافک آرٹ (کاریگری وصناعی)
Grimaldi man	گری مالڈی کا آدمی
Groupmarriage	گروہی شادی

Heidelberg man	ہائی ڈلبرگی انسان
Henotheism	ہینو تھیزم
Homeopathic magic	ہومیو پیتھی جادو
Homo Heidelbergensis	ہائی ڈلبرگی انسان
" Kanamensis	کانامینی "
" Neanderthalensis	نینڈرتھالی "
" Sapiens	اصلی "، حقیقی انسان

Ideography	تصویری تحریر، تصویری لکھاوٹ
Idol worship	مورت پوجا، بُت پرستی

Imitative magic — امی ٹیٹو جادو، تقلیدی جادو
Ifanticide — بچہ کشی، بال ہتیا
Iron age — لوہا جگ

Java man — جاوائی انسان
Joking relationship — جوکنگ ریلیشن شپ،
مذاق کا ناتا، ٹھٹھائی رشتہ

Kinship groups — ایک خونی گروہ بندیاں

Language groups — زبانوں کی گروہ بندیاں
Levirate — بھاوج وواہ، دیور وواہ
Linguistics — لسانیات، بھاشا وگیان
Lower paleolithic — پرانے پتھر جگ کا ابتدائی زمانہ

Magdalenian	میگڈالینین
Magic	جادو
Mana	منا، (جادو میں اعتقاد کی ملانیشائی ترکیب)
Marriage by Capture	بل بیاہ
" " Exchange	بدل "
" " purchase	خرید "
" " Service	خدمتی "
Master race	حاکم نسل
Matriarchal	ماں شاہی
Matrilineal	ماں نسلی
Matrilocal	میٹریلوکل
Mediterranean race	رومی نسل
Mesocephalic	متوسط درجہ کا سر
Middle paleolithic	پتھر جگ کا درمیانی زمانہ
Missing link	گمشدہ کڑی
Moiety	موئیٹی

Mongoloid	منگولوی نسل
Monogamy	ایک بیاہی طریقہ
" Theism	ایک خدائی "
Motif	موٹف، مقصد
Mousterian	موسٹیرین (پرانے پتھر جگ کا درمیانی زمانہ)
Music and dance	موسیقی و ناچ
Mythological stories	دیومالائیں، صنمیاتی قصے

Nasal index	ناسال انڈکس
Neanderthal man	نی ینڈرتھالی انسان
Negroid	نیگرو نسل
Negrito	نیگریتو
" pygmy	" پگمی
Neoasiatics	جدید ایشائی
Neolithic age	نیا پتھر جگ

Nilotic Negro	نلوتی نگرو
Nordic	نارڈی

Oceanic Negro	سمندرستانی نگرو
Oral literature	اورل لٹریچر، زبانی ادب

Paleasiatics	قدیم ایشائی
Paleolithic age	پرانا پتھر جگ
Parallel cousin	متوازی بھائی بہن
	(چچیرے اور موسیرے یا خلیرے بھائی بہن)
Patriarchal	باپ شاہی
" lineal	" نسلی
" local	پیڑی لوکل
Peking man	پیکنگی انسان
Phratry	فریٹری

Physical Anthropology	طبعی انسانیات
Pithecanthropus	پتھےکینتھروپس
Erectus	ارکٹس (جاوائی انسان)
Plastic and Graphic Arts	مصوری وصناعی یا کاریگری
Prehistoric age	قبل تاریخی عہد
" culture	" تمدن
" men	" انسان
Prieroglyphic writing	ہیری روگلی فی لکھاوٹ
Priest	پروہیت
Primitive art	خام تمدنی آرٹ
" races	" نسلیں، خام تمدنی جاتیاں
" religion	" مذہب
Promiscuity	کھلا بھوگ
Protective magic	پروٹکٹیو جادو، محافظ جادو
Polyandry	کثیر شوہریت، کئی شوہرپن، بہوپتتو
" gamy	کئی بیاہی طریقہ

Polygyny	کئی بیویت، کئی بیوی پن، بہو پتنتو
" theism	کئی خدائی طریقہ
Pygmy	پگمی
"Pygmy flints"	"بچکانی چقماق

✣ ✣ ✣

Race	نسل، جاتی
" Superiority	نسلی برتری
Races of mankind	انسانی نسلیں
Racism	نسلیت

✣ ✣ ✣

Savagery	وحشی تمدن کا دور
Savages	وحشی، جنگلی
Scarification	جسم پر گھاؤ بنانے کا طریقہ
[illegible]	غلامی

Shaman	شمن
Sinanthropus Pekinensis	سینانتھروپس پکنینسس (پکینگی انسان)
Social Anthropology	سماجی انسانیات
" Organisation	" تنظیم
Sociology	سماجیات، عمرانیات، سماج وگیان
Solutrean	سولتریین
Sorcery	سفلی جادو
Sororate	سالی وواہ
Sympathetic magme	سمپیتھیٹک جادو،

Taboo	تابو، سماجی بندش، سماجی پابندی
Technology	ٹیکنولوجی
Totem	ٹوٹم
Totemism	ٹوٹم پرستی، ٹوٹمیت، ٹوٹم واد
Tribe	قبیلہ

یکطرفہ خاندان — Unilateral

پرانے پتھر جگ کا آخری زمانہ — Upper paleolithic

کنوار گھر — Youth houses



سماجیات کی دوسری کتابیں

(۱) ڈاکٹر جعفر حسن ... "ابتدائی عمرانیات"

(۲) محمد مصلح الدین صدیقی ... "سماجیات"
حصہ اول و دوم

"سنٹرل پبلشرز"
عابد روڈ حیدرآباد دکن